نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

《 يَا غُلَامُ! إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ، إِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ أَنَّ الْأُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى أَنْ يَنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى أَنْ يَضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ إِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ 》 [ترمذی: ۲۵۱۶]

"اے غلام! میں تمھیں چند باتیں بتاتا ہوں تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو، اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔ اور جب مانگو تو صرف اللہ ہی سے مانگو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو اور اس بات کو جان لو کہ اگر تمام مخلوق بھی تمھیں فائدہ پہنچانا چاہے تو تمھیں اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر سب مل کر بھی تمھیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تمھیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔"

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت ❶

﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

[الاحزاب:٥٦]

''اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتے نبی کریم (ﷺ) پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو!تم بھی اس (نبی ﷺ) پر درود بھیجواور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں نبی ﷺ کی بڑی فضیلت ومرتبہ ہے۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ اوراس کے فرشتے رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اوراللہ تعالیٰ نے تمام مومنوں کے لیے بھی یہی حکم فرمایا کہ تم بھی رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔اسی طرح حدیث میں آتا ہے کہ جو کوئی نبی ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا» [مسلم:٤٠٨]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔''

اس سے بڑھ کر درودشریف پڑھنے کی کیا فضیلت ہوسکتی ہے کہ ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اوراگر کوئی آدمی ہر وقت صبح وشام اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجتا رہے تو اس کے لیے کتنی رحمتیں ہوں گی!اور یہ درجہ ملنے پراس سے بڑا خوش قسمت انسان کون ہوسکتا ہے؟اوررسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص صبح وشام دس دس مرتبہ مجھ پر درودشریف پڑھے گا اسے قیامت کے دن میری شفاعت حاصل ہوگی۔

[ابوعمار عبدالرحمٰن بلتستانی]

فہرست

من الكتاب

تقویٰ اور پرہیز گاری کی فضیلت

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا ٥ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ [الطلاق: ٢-٣]

''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا اسے گمان بھی نہ ہو اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا اللہ اسے کافی ہوگا۔''

من الحکمۃ

غربت کا علاج

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ! يَا ابْنَ آدَمَ! تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِيْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًى وَاَسُدَّ فَقْرَكَ. وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ)) [ترمذی: ٢٤٦٦]

''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو کر آ میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرا فقر وفاقہ دور کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیری مصروفیات بڑھا دوں گا اور تیری غربت بھی دور نہیں کروں گا۔''

ایک دعا

محتاجی مالی کمی اور ذلت سے پناہ مانگنے کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ)) [ابوداود: ١٥٤٤]

''اے اللہ! میں محتاجی مالی کمی اور ذلت و رسوائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس بات سے بھی تیرہ پناہ مانگتا ہوں کہ میں کسی پر ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے۔''

سانحہ لال مسجد اور پرویز مشرف

اداریــــــہ ملک عصمت اللہ

پاکستان کے سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف نے سعودی عرب روانگی سے قبل اسلام آباد ائیر پورٹ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''لال مسجد میں ۹۴ جنگجو مارے گئے۔ اس کے علاوہ کسی بچے اور خاتون کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جو لوگ لال مسجد میں سینکڑوں اور ہزاروں لوگ مارے جانے کا بتا رہے ہیں وہ سفید جھوٹ بول رہے ہیں اور جو لوگ اس چھوٹے سے اِشو (مسئلہ) کو اچھال رہے ہیں وہ ملک دشمن ہیں۔''

ابھی اس بیان کی سیاہی خشک بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ان کے دیرینہ ساتھی اور ان کے گھر کے بھیدی سابق وزیر اعظم چوہدری شجاعت حسین نے سابق صدر کے اس دعوے کو مسترد کر دیا اور کہا ''وہاں غازی عبدالرشید کی والدہ شہید ہوئیں اور شہید ہونے والوں میں بچے بھی شامل تھے۔''

اس بیان کو پڑھ کر سابق صدر از خود جان گئے ہوں گے کہ سفید جھوٹ کس نے بولا۔ شہیدوں کی تعداد زیادہ بتانے والوں نے یا خود صدر مشرف نے؟

اب جب کہ سابق صدر نے بھولے بسرے قصے کو چھیڑ دیا ہے تو لازم ہو گیا ہے کہ اب جب کہ جذبات کا طوفان اتر چکا، پراپیگنڈے کی اڑائی ہوئی دھول بیٹھ چکی، اس المیے کا از سر نو بے لاگ جائزہ لیا جائے۔

اس سانحے کا آغاز اسلام آباد کے جی سکس ایریے میں قائم آنٹی شمیم کے قحبے خانے پر چند افراد کے دھاوا بولنے، فحش سی ڈیز کو جلانے اور چینی مساج سنٹر پر حملے سے ہوا۔ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے قانون ہاتھ میں لیا تھا۔ جب قانون مظلوموں کی دادرسی اور قانون کے محافظ لوگوں کے دکھوں کا مداوا نہ کر سکیں تو وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لوگوں نے میڈیا میں فحش اور عریاں مناظر اور عریاں تصویریں دکھانے پر احتجاج کیا تو جواب ملا ''جو لوگ یہ مناظر نہیں دیکھنا چاہتے وہ آنکھیں بند کر لیں۔''

جب شریف شہریوں اور محلے داروں کی دادفریاد سننے والا کوئی نہ ہو تو ان کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں۔ یا تو وہ اس فحاشی اور بدمعاشی کو بے غیرت بن کر برداشت کرتے رہیں یا پھر ایسے قانون سے دست بردار ہو جائیں۔ جب اس فحاشی پر احتجاج کیا گیا تو اس کا جواب ''سائلنس آپریشن'' کی صورت میں ملا۔

بہرحال اس آپریشن کے دوران ایک مرحلہ ایسا بھی آیا تھا جس میں غازی عبدالرشید ہتھیار ڈالنے، چلڈرن لائبریری خالی کرنے، حکومت سے مذاکرات کرنے اور خود کو حکام کے حوالے کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے تو یہ راستہ اختیار کرنے کے بجائے آگ اور خون کا کھیل کیوں کھیلا گیا۔ اس کھیل کے پیچھے وہ کون سے مقاصد تھے جن کے حصول کے لیے اس سنہری موقع کو ضائع کیا گیا۔

اس وقت ملک کے اقتدار پر ایک ڈکٹیٹر ناجائز طور پر قابض تھا۔ اسے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے بیساکھیوں کی ضرورت تھی۔ اندرون ملک اس کی بیساکھی ق لیگ بنی اور بیرون ملک امریکا اور برطانیہ نے اس کے اقتدار کو سہارا مہیا کیا۔ امریکا اور برطانیہ نے اپنی اس حمایت کی پوری پوری قیمت وصول کی۔ ٹیلیفون کی ایک کال پر انھیں وہ کچھ دے دیا گیا جس کی انھیں خود بھی توقع نہ تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی صلیبی جنگ (بقول بش کروسیڈ) میں نہ صرف پاکستان کو بطور ایک پارٹنر شامل کر لیا گیا بلکہ قبائلی علاقوں پر ڈرون حملوں کے لیے اڈے اور لاجسٹک

سپورٹس بھی حاصل کرلیں۔مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی اس جنگ میں امریکا مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی معاہدے کے سخت خلاف تھا۔اس لیے مشرف ان کے خلاف کولڑنے کے لیے مسلسل ہلاشیری دیتا رہا۔کبھی مشرف کے صبر وتحمل کی داد دے کراس کولڑنے پر اکستا تا اور کبھی حکومتی کارکردگی کو سراہ کر اس فساد کو ہوا دیتا۔مشرف نے اپنی نکیل مکمل طور پر امریکا کے ہاتھ میں دے رکھی تھی اس لیے وہ جو چاہتا یہاں کرواتا۔مشرف کی امریکا کی بے دام غلامی نے ان سے مذاکرات نہ کرنے دیے اور اگر ہوئے بھی تو وہ ناکام ہوئے۔

اس سے امریکا کا حوصلہ اور بڑھا اور اس نے ملکی معاملات میں براہِ راست مداخلت شروع کردی۔اب حالت یہ ہے کہ ہم اپنی کابینہ تک خود تشکیل نہیں دے سکتے۔معاملات اس قدر آگے نکل گئے ہیں کہ امریکی وزیرخارجہ ہیلری کلنٹن نے اپنے ایک بیان میں پاکستانی عوام کو ہدایت دی ہے کہ ''وہ طالبان کو برداشت کرنے کی حکومتی پالیسی کے خلاف آواز بلند کریں۔'' گویا اب انھیں یہ بھی خبط ہوگیا ہے کہ پاکستان کا مقتدر طبقہ تو ہمارا غلام ہے ہی اب پاکستانی عوام بھی ہمارے غلام بن چکے ہیں۔عوام کو جوگائیڈ لائن دیں گے وہ اس پر عمل پیرا ہوں گے۔

ان دنوں دو اور واقعات ایسے ہوئے جن سے حکومت سخت پریشان تھی۔ایک لندن میں ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس، دوسرا صدر مشرف کی چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے خلاف سپریم جوڈیشل کونسل میں دائر کردہ ریفرنس میں ناکامی اور رسوائی۔ان واقعات سے توجہ ہٹانے کے لیے اس آپریشن کو طول دیا گیا تاکہ پورے میڈیے کی توجہ ان سے ہٹ کر اس آپریشن پر مرکوز ہوجائے۔حکومت اپنی اس چال میں کامیاب رہی۔میڈیا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس آپریشن کی کوریج میں لگ گیا۔

ہمیں اس موقع پر نہایت دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس آپریشن کے بارے میں میڈیا نے کوئی مثبت اور مفید کردار ادا نہیں کیا بلکہ دانستہ یا نادانستہ حکومت کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا اور امریکی مقاصد کی آبیاری کرتا رہا امریکی پالیسی کو ہی آگے بڑھاتا رہا۔

پرویز مشرف اپنے مزاج کے اعتبار سے بھی ضدی، ہٹ دھرم اور جارحیت پسند واقع ہوا تھا۔وہ اپنے آپ کو سولہ کروڑ عوام کے مقابلے میں عقل کل سمجھتا تھا۔اس لیے آئین میں سترھویں ترمیم کر کے تمام اختیارات اپنی ذات میں مرکوز کر لیے تھے وہ مغربی تہذیب کا دلدادہ تھا جس پر کتے کے پلوں کو بغل میں دبا کر کھنچوائی گئی تصویر شاہد ہے اور ذہنی افلاس کا یہ عالم ہے۔کراچی ہونے والی غنڈہ گردی بلکہ ''دہشت گردی'' اور ''عوامی طاقت'' میں فرق نہیں سمجھ سکا۔اس کی ضد اور عناد کا ثبوت یہ ہے کہ لال مسجد کے قتل عام پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرنے کی بجائے فخر کرتا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اس واقعہ کی شدت کم کرنے کے لیے سفید جھوٹ بھی بولتا ہے۔''کروسیڈ'' (صلیبی جنگ) میں شمولیت اختیار کر کے اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت بھی فراہم کردیا ہے۔

اس کی احمقانہ پالیسیوں کے نتائج واثرات اس قدر دوررس ہیں کہ آج پوری قوم اس کا خمیازہ بھگت رہی ہے اور نہ جانے کب تک بھگتتی رہے گی۔اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ سانحہ لال مسجد کے بارے میں عدالتی تحقیقات کی جائیں اور اس میں کئے گئے قتل عام کے لیے اس پر مقدمہ چلایا جائے اور پاکستانیوں کو ڈالروں کے عوض امریکا کے ہاتھوں فروخت کرنے پر اس کا محاسبہ کیا جائے۔

قوم اس وقت انصاف کی طالب ہے اگر قوم کو انصاف مہیا نہ کیا گیا تو نہ جانے کتنے ایسے سانحات اور ہوں گے انصاف ہر پاکستانی کی ضرورت بن گیا ہے۔وقت اور حالات کی رفتار بہت تیز ہوگئی ہے لیکن حکومت کا حال یہ ہے کہ نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں۔حکومت کو روائتی سستی چھوڑ کر اپنی پالیسیاں حالات اور وقت کے مطابق ہم آہنگ کرنی پڑیں گی وگرنہ پچھتانا پڑے گا۔اور یہ پچھتاوا بعد میں کسی کام نہ آئے گا اور یہ مثل صادق آئے گی اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔

قسط نمبر ①

حدیث وسنت

علم منقولات یعنی فن محدثین کا جائزہ

عقل سائنس اور جدید علم نفسیات کی روشنی میں

محمد زکریا الزکی ☆

(پیش نظر مضمون میں فاضل مقالہ نگار نے بالکل نئے ڈھنگ میں علم اصول حدیث کو عین عقلی تقاضوں کے مطابق درست ثابت کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کا واجب الاتباع ہونا ایک ایمانی حقیقت اور الٰہی دین اسلام کا اساسی تقاضا ہے، لیکن ایک تاریخی حقیقت کے طور پر کیا آپ ﷺ کے فرامین مقدسہ کو امت اسلامیہ درست طور پر محفوظ کرنے میں کامیاب رہی ہے یا نہیں؟ اس مضمون میں اسی پہلو کو موضوع بحث بناتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ صدیوں کے انسانی ارتقا کے باوجود آج بھی کسی بات کو درست طور پر محفوظ کرنے میں دور حاضر کے محققین اور جدید سائنس وعقل کوئی اضافہ کرنے سے قاصر دکھائی دیتی ہے۔ فی زمانہ انکار حدیث کے متعدد رجحانات کے پس منظر میں مصنف کی یہ تحلیلی وتجزیاتی کاوش لائق ستائش ہے۔ [حافظ حسن مدنی]

'حدیث' سے مراد

حدیث سے مراد نبی اکرم ﷺ سے منقول اقوال، افعال، تقریرات اور تصویبات ہیں۔ چند جدید دانشوروں کے علاوہ تمام اصولیین کے نزدیک دلیل شرعی ہونے کے اعتبار سے حدیث اور سنت کے لفظ باہم مترادف ہیں۔ البتہ جب یہ لفظ ایک دوسرے کے مقابلے میں آئیں تو سنت سے مراد اسوۂ حسنہ اور حدیث اس کی روایت ہوسکتی ہے، گویا شریعت محمد ﷺ کا عمل (قول وفعل وتصویب)، ہوا تو حدیث اسی عمل کا بیان ہے۔ کبھی کبھار سنت کا لفظ بدعت یا رائے کے مقابلہ میں بھی بولا جاتا ہے۔ [دیکھئے الوجیز فی اصول الفقہ از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان: ص ۱۶۱، جب کہ متجددین کے تصور حدیث کے لیے دیکھئے: میزان، از جاوید احمد غامدی: ص ۱۰ اور، مبادی تدبر حدیث، از مولانا امین احسن اصلاحی: ص ۲۸]

ہم یہاں سے احادیث کے لئے ''منقولات'' کا لفظ استعمال کریں گے تاکہ ہماری گفتگو زیادہ معروضی ہوسکے۔ احادیث کے لیے منقولات کا لفظ اس لیے بھی منتخب کیا گیا ہے کہ ادیان عالم میں فقط مسلمانوں نے ہی علم منقولات کو فنی اور علمی بنیادوں پر ٹھوس شکل دی ہے۔ علاوہ ازیں اسلامی منقولات میں اگرچہ قرآن مجید بھی شامل ہے، لیکن ہماری گفتگو فقط احادیث تک محدود ہوگی کیونکہ قرآن مجید عام طور پر محل اختلاف نہیں۔ ☆☆

علم منقولات حدیث کے معتبر ہونے کا عقلی جائزہ (اہل عقل ومنطق کے ہاں):

اس حیثیت سے کہ منقولات کی نسبت ہدایت الٰہی کی طرف کی جاتی ہے، اس میں کسی داخلی غلطی اور عیب کا ہونا ناممکن ہے اور یہ علم دنیاوی اور اخروی کامیابی کا سب سے اعلیٰ علم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ منقولات ہم تک معتبر ذرائع سے پہنچیں۔

منقولات کی قابل اعتبار ہونے کے لحاظ سے دو قسمیں ہیں:

① ..... متواترات اور ② ..... اخبار احاد

☆ فاضل جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ ..... مدرس جامعہ محمدیہ اہل حدیث رحمٰن کالونی، خانپور، ضلع رحیم یار خان

☆☆ لفظاً اور معنی دونوں پہلوؤں سے وحی الٰہی ہے [حسن مدنی]

متواترات میں قول کی نسبت قائل کی طرف یقین کے درجے پر ہوتی ہے، چنانچہ اس پر اہل عقل اور روایت پسندوں کا اتفاق ہے۔ البتہ چند عقلا کا اس چیز میں ضرور اختلاف ہے کہ یہ یقین علم ضروری ہے یا نظری؟ جمہور عقلا کے نزدیک یہ علم یقینی ضروری ہے جب کہ بعض اسے نظری کہتے ہیں۔ [تفصیل کے لیے دیکھیے: ''برہان'' کے مباحث، تفہیم المنطق از ڈاکٹر عبداللہ عباسی ندوی، تسہیل المنطق، عربی از عبدالکریم بن مراد اثری، نیز دیگر منطق واصول فقہ کی کتب]

⊙ ...... تواتر کی کئی اقسام ہیں: تواتر الطبقة جیسے قرآن کریم تواتر لفظی جیسے ((من كذب على مُتعمّدا ...... الخ))

تواتر معنوی یا تواتر القدر المشترک جیسے پانچ نمازیں، صلاۃ العید، قیام رمضان تواتر عملی (تعامل) جیسے پانچ نمازوں کی رکعات اور نصاب زکوٰۃ وغیرہ

⊙ ...... تواتر اپنی تمام صورتوں میں علم یقینی ضروری کا فائدہ دیتا ہے، لیکن قدر مشترک کا تواتر کبھی کبھار علم یقینی نظری کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ اخبار احاد میں قول کی نسبت قائل کی طرف کبھی یقین کے قریب قریب ہوتی ہے اور کبھی ظن غالب میں، کبھی تردد میں اور کبھی شک میں۔ چنانچہ خبر صحیح ''یقین''، خبر حسن ''ظن غالب'' اور خبر ضعیف ''تردد یا شک'' کا فائدہ دیتی ہے۔

⊙ ...... ان امور میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ خبر واحد عمل کو واجب قرار دیتی ہے ...... یا نہیں؟

⊙ ...... اکثر عقلا بشمول معتزلہ وغیرہ کے نزدیک عقلی طور پر خبر واحد عمل کو جائز قرار دیتی ہے، واجب نہیں یعنی خبر واحد سے حاصل شدہ معلومات پر عمل کرنا جمہور عقلا کے نزدیک ناجائز نہیں بلکہ جائز ہے، البتہ وہ اس کو واجب نہیں مانتے۔

⊙ ...... جب کہ جملہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک از روے سماع خبر واحد عمل کو واجب قرار دیتی ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: الاحکام از امام آمدی ج٤، ابحاث المتواتر والخبر الواحد المحصول: امام رازی ج٣/ص ٤٠٩: ارشاد الفحول از امام شوکانی ج١/ ص١٦٧ ودیگر کتب اصول فقه]

⊙ ...... بعض نئے دانشور احادیث کے ذریعے دین میں کوئی مستقل بالذات اضافہ کوسرے سے جائز نہیں سمجھتے، البتہ اگر احادیث قرآن کی شرح کے طور پر سمجھ میں آئیں تو پھر ان پر عمل ہوسکتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ جمہور عقلا اور سماع دونوں کے خلاف ہے۔ کیونکہ جمہور عقلا نے خبر واحد سے تعبد (مستقل بالذات وبراہ راست) کو کبھی بھی ناجائز قرار نہیں دیا، البتہ اس کا وجوب عقلا کے نزدیک محل اختلاف رہا ہے۔ اور اسی طرح اہل سنت ہمیشہ خبر واحد سے دین میں مستقل بالذات اضافہ کے وجوب کے بھی قائل رہے ہیں۔ [جدید دانشوروں کے مطالعے کے لیے دیکھئے: میزان از جاوید احمد غامدی: ص٠١ نیز ان کے حدیث وسنت سے متعلق آڈیو ویڈیو لیکچرز]

⊙ ...... محدثین عام طور پر ہر ضعیف اور موضوع حدیث سے اظہار برأت ☆ کرتے ہیں اور صرف صحیح یا حسن حدیث کو ہی واجب قبول قرار دیتے ہیں۔

تصحیح وتضعیف حدیث: ایک سائنس

⊙ ...... محدثین نے علم منقولات کی جانچ پرکھ کے لیے ایسے اصول مقرر کیے ہیں جو ایک سائنس کا درجہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ سائنس ایسے معروضی کلیات بتاتی ہے جو تجربہ کے وقت برابر طور پر ایک جیسا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں، چاہے تجربہ کرنے والا کوئی ہو اور چاہے جس زمان اور مکان میں تجربہ کیا جائے اور چاہے جس ایجابی یا منفی جذبے کے ساتھ کیا جائے۔ [سائنس، فلسفہ اور مذہب کے اصولی فرق کے لیے دیکھئے: مقدمہ کتاب ''فلسفہ جدید اور اس کے دبستان، از ڈاکٹر سی اے قادر ودیگر]

⊙ ...... منقولات کی جانچ پرکھ کا علم (اصول حدیث) اس حیثیت سے ایک سائنس ہے کہ یہ سائنس کی طرح اپنے موضوع پر ایک کامل، منضبط، جامع مانع اور منظم علم ہے جو ہمیں ایسے کلیات (فارمولے) بتلاتا ہے جن کے ذریعے ہم منقولات کی علمی یا سندی حیثیت متعین کرسکتے ہیں۔ اصول حدیث کامل ومنضبط، جامع مانع اور منظم علم اس طرح ہے کہ

☆ یعنی ثبوت شریعت کے لیے کافی نہیں سمجھتے۔ (محدث)

اس کے مشمولہ تمام قواعد میں مزید اضافہ انتہائی مشکل ہے۔ مثلاً راوی کے ضعف کے اسباب، روایت کے ضعف کے اسباب، روایت کی تقویت کے اسباب، اخذ وتحمل کی شرائط، ضعیف احادیث کی اقسام اور صحیح احادیث کے درجات وغیرہ۔

⊙ ...... اصول حدیث ایسے کلیات پر مشتمل ہے جو منقولات کی عقلی حیثیت متعین کرتے ہیں۔ کلیات سے مراد ایسے جامع مانع عقلی قوانین جن کی روشنی میں تحقیق کرنے سے ایک جیسے نتائج اخذ ہوں۔ ان قوانین کی روشنی میں کوئی بھی شخص تحقیق کر کے علم منقولات کی حیثیت متعین کرنے میں اپنی رائے پیش کرسکتا ہے اور اصول وقواعد کی روشنی میں دیگر محدثین کے فیصلوں سے اختلاف کرسکتا ہے۔

⊙ ...... یاد رہے کہ اصول حدیث منقولات کی عقلی حیثیت متعین کرتا ہے مثلاً حدیث کا متواتر، مشہور، غریب، موضوع، مرسل، منقطع، معضل، موقوف، یا مقطوع ہونا وغیرہ۔ یہ سب منقولات کی فنی حیثیت کا اظہار ہے اور ان پر عمل کا حکم ایک عقلی حکم ہے۔ مثلاً موضوع، معضل اور منقطع حدیث پر عمل کرنا عقلاً درست نہیں، کیونکہ یہ ضعیف احادیث کی شاخیں ہیں اور ضعیف حدیث میں خبر کا صدق وثبوت، اس کے کذب۔ عدم ثبوت سے راجح نہیں ہوتا وغیرہ۔ محدثین مسلم فقیہ ہونے کی حیثیت سے منقولات پر عمل کی شرعی حیثیت بھی متعین کرتے ہیں، لیکن ان کی اصول حدیث کی کتب مجرد عقلیت کا بھی شاہکار ہیں۔

البتہ بعض اوقات، منقولات کی فنی حیثیت ہونے کے بعد ان پر عمل کی عقلی وشرعی حیثیت متعین کرنے میں محدثین وفقہا میں اختلاف بھی ہوجاتا ہے جیسے مرسل پر عمل کرنے میں محدثین وفقہا کا اختلاف ہے۔ اسی طرح خبر واحد کی قبولیت پر فقہائے احناف ومالکیہ کی چند اضافی شرائط میں محدثین کو اختلاف ہے......وغیرہ

⊙ ......محدثین کا علم یعنی علم منقولات کی جانچ پرکھ اس لحاظ سے بھی ایک سائنس ہے کہ محدثین جس حدیث کی جو حیثیت متعین کرتے ہیں، اس کو کوئی بھی شخص چیلنج کرسکتا ہے اور فنی اصول وضوابط کی روشنی میں کوئی بھی چیز غلط یا صحیح ثابت کرسکتا ہے۔ اس فن میں محدثین نے کبھی جذبات، تعصبات اور خوش فہمیوں کا مظاہرہ نہیں کیا حتیٰ کہ صحت کی اعلیٰ ترین کتب صحیح بخاری اور مسلم بھی تفصیلی جرح ونقد کے لیے موضوع بحث رہی ہیں، لیکن نقد وجرح نے ہمیشہ ان کی اعلیٰ حیثیت کو مزید نکھارا ہے جیسے دار قطنی رحمہ اللہ کی صحیح بخاری پر تنقید اور ابن حجر رحمہ اللہ کے جوابات وغیرہ

⊙ ......اصول حدیث اور اسماء الرجال یعنی اسلامی منقولات کی جانچ پرکھ کا علم، خالص معروضی (Objective) ہے، موضوعی (Subjective) نہیں ہے۔ یعنی کسی حدیث کی جانچ پڑتال میں اصول وقواعد کے مطابق، اسماء الرجال کی خارجی فنی شہادت کو دیکھا جاتا ہے نہ کہ اپنے نفسی، خیالی، داخلی پسند وناپسند کو۔ اسی طرح کسی حدیث کی جانچ پڑتال میں ذاتی فہم، اجتہاد، ظن وتخمین اور استنباط واستخراج کو بھی کوئی دخل نہیں۔ کوئی بھی شخص اپنے اجتہاد سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار نہیں دے سکتا۔ اسے لازماً کسی حدیث کی تصحیح وتضعیف کے لیے اصول وقواعد کے مطابق خارجی فنی شہادات اور اسماء الرجال کے دلائل پیش کرنا ہوں گے۔ اس حیثیت سے منقولات کی جانچ پرکھ کا علم ایک سائنس ہے کہ یہ سائنس کی طرح معروضی ہے، موضوعی نہیں۔

⊙ ......علم منقولات اس طرح سے سائنسی بنیادوں پر مضبوط ہے کہ عام طور پر اگر ایک راوی حفظ ودیانت میں ضعیف ثابت ہوجائے تو اس سے نقل شدہ تمام سینکڑوں حدیثیں ضعیف قرار پاتی ہیں اور کوئی محدث تعصب یا خوش فہمی کی بنیاد پر اس چیز کا انکار نہیں کرتا۔ عام طور پر ایسا ممکن نہیں کہ ایک ضعیف راوی کی بعض احادیث تو اس کے ضعف کی وجہ سے ضعیف قرار پائیں اور بعض نہ قرار پائیں۔ یہ چیز علم منقولات کے سائنٹفک ہونے کی مضبوط ترین دلیل ہے۔

⊙ ...... استقراء سے معلوم ہوا کہ عموماً احادیث، محدثین کے نزدیک بالاتفاق صحیح ہوتی ہیں یا بالاتفاق حسن ہوتی ہیں یا ضعیف ہوتی ہیں یا بالاتفاق مردود ہوتی ہیں۔ البتہ کبھی کبھار بعض معقول وجوہات کی بنا پر حدیث کی حیثیت متعین کرنے میں اختلاف ہوجاتا ہے، لیکن اختلاف میں حیرت انگیز بعد نہیں ہوتا ہے بلکہ نتیجہ باہمی طور پر قریب قریب (Precise) ہوتا ہے مثلاً یہ ممکن نہیں کہ کسی حدیث کو کوئی

محدث ''موضوع'' قرار دے اور دوسرا محدث اسی حدیث کو اول درجہ کی صحیح قرار دے اور یہ چیز بھی اسلامی علم منقولات کے سائنٹفک ہونے کی دلیل ہے۔

⊙ ...... اسلامی منقولات میں ضعف دو قسم کا ہوتا ہے:

① ...... مشخص و متعین ضعف اور

② ...... غیر مشخص و غیر متعین ضعف

⊙ ...... متعین ضعف وہ ہے جس کو معلوم کیا جا سکے اور جس کی نشاندہی کی جا سکے مثلاً اتصال کا نہ ہونا، راوی کا ضبط کمزور ہونا وغیرہ جب کہ اس کے مقابلے میں ایک ضعف وہ ہے جو متعین نہیں بلکہ اس کو فرض کیا جاتا ہے کہ تمام تر صحت کے باوجود ممکن ہے، کسی راوی سے غلطی ہو گئی ہو۔

⊙ ...... محدثین کا علم منقولات اس قدر مضبوط عقلی بنیادوں پر قائم ہے کہ کسی بھی صحیح قرار دی گئی حدیث میں کوئی مشخص یا معین ضعف تلاش کرنا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ محدثین انسانی بساط کے مطابق تمام انواع ضعف کی تلاش کے بعد حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ ایسی حدیث یقین کے قریب قریب درجہ کا فائدہ دیتی ہے۔

⊙ ...... البتہ اس میں نادانستگی یا لاعلمی میں کسی نہ کسی عقلی خطا کا امکان ہوتا ہے، لیکن یہ امکان صحت کے بیسیوں پہلوؤں کے مقابلہ میں قابل التفات نہیں ہوتا، یہاں پر خطا صرف ممکن ہوتی ہے، واجب یا راجح نہیں ہوتی۔ ☆

⊙ ...... ایسی عقلی خطا کی وجہ سے حدیث کو رد کرنا جائز نہیں تھا، اگر صحابہ کا یہ طرز عمل نہ ہوتا کہ وہ دور نبوی ﷺ اور دور نبوی ﷺ کے بعد ایک دوسرے سے احادیث سنتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ (صحابہ کے طرز عمل کو تفصیل سے دیکھنے کے لیے: الرسالۃ امام شافعی رحمہ اللہ و دیگر کتب اصول فقہ)

عقلی طور پر بھی مذکورہ وجوہات کی بنا پر حدیث کو رد کرنا راجح یا واجب نہیں۔

محدثین کے نزدیک علم منقولات کی جانچ پرکھ کے اصول

⊙ ...... محدثین نے علم منقولات کی جانچ پرکھ کے لیے جو اصول

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ [الحشر ۵۹: ۸، ۹]

''(اور یہ مال) اُن مہاجرین محتاجوں کا بھی (حق) ہے جو اپنے گھر بار مال و دولت سے نکال دیے گئے، وہ تو اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کی تلاش میں ہیں، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ تو سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور اُن (انصار) کا بھی (حق) ہے جنھوں نے مہاجرین سے پہلے مدینہ میں اپنا ٹھکانا مقرر کیا اور ایمان لائے، جو کوئی (مسلمانوں میں سے) اُن کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے تو اس سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو (لوٹ کے مال میں سے) جو دیا جائے اس سے اُن کے دلوں میں حسد نہیں ہوتا اور (مہاجرین کو آرام پہنچانا) اپنے آرام پر مقدم رکھتے ہیں گو اُن کو تنگی ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص اپنے نفس کی بخیلی اور لالچ سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچیں گے۔''

وضع کیے، ان میں سند و متن دونوں کی جانچ پرکھ شامل ہے۔ چنانچہ محدثین کا اتفاق ہے کہ صحیح الاسناد احادیث اس وقت تک قابل قبول نہیں جب تک اس کا متن بھی شذوذ و علل سے پاک نہ ہو۔

سند: رواۃ کے اوصاف اور معرفت کا عقلی جائزہ

⊙ ...... سند میں محدثین ہر راوی کے اوصاف اور باہمی ملاقات کا جائزہ لیتے تھے، محدثین نے راویوں کے اوصاف اس عقلی انداز میں مقرر کیے کہ ان میں کسی قسم کا اضافہ یا کمی ممکن نہیں۔ مثلاً راوی کا مسلمان ہونا اور ساری زندگی میں ایک دفعہ بھی حدیث نبوی ﷺ میں جھوٹ ثابت نہ ہونا اور نہ روزمرہ زندگی میں کوئی جھوٹ ثابت ہونا: اور نہ ہی وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا ہو اور نہ وہ صغائر پر اصرار کرتا ہو اور نہ وہ حدیث کے اخذ و تحمل پر جسمانی اور ذہنی سستی کرتا ہو اور نہ وہ کسی اعتقادی بدعت کا شکار ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ اوصاف و شرائط ایسی ہیں جس پر مزید اضافہ عقلاً ناممکن ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ راویوں کے اوصاف کی پہچان ناممکن ہے، لیکن یہ دعویٰ غلط ہے۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک

○ ...... مجہول العین، مجہول الحال اور مستور راوی نا قابل قبول ہوتا ہے۔

○ ...... ہر راوی کی جرح و تعدیل معاصر اساتذہ اور تلامذہ کرتے ہیں۔

○ ...... مسلمان صدیوں سے ثقہ قاضی، ثقہ حاکم، ثقہ شاہد، ثقہ امام، ثقہ عالم، ثقہ داعی کی پہچان غیر ثقہ کی نسبت سے کرتے آئے ہیں۔

⊙ ...... اور راوی کی اپنی پہچان کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

○ ...... بعض وہ جن کی عدالت تواتر سے ثابت ہے۔

○ ...... بعض وہ جن کی عدالت مشہور اور مستفیض ہے۔

○ ...... بعض وہ جن کی عدالت صرف ایک یا دو ائمہ نقد سے ثابت ہے۔

⊙ ...... عموماً اکثر احادیث کی اسناد کا بڑا حصہ ''متواتر العدالہ'' راویوں پر مشتمل ہوتا ہے جیسے کثیر الروایہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ اور جن رواۃ کی عدالت مشکوک یا قلیل الثبوت ہو، دوسروں کی متابعت سے ان کی کمزوری دور ہو جاتی ہے۔

[تفصیل کے لیے: تحفۃ الاشراف فی معرفۃ الاطراف از ابن حجر عسقلانی: تقریب التہذیب از ابن حجر]

سند: رواۃ کا حفظ اور معرفت حفظ کا عقلی جائزہ

⊙ ...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ رواۃ کے حافظے کو پہچاننا ناممکن ہے لیکن یہ دعویٰ باطل ہے، کیونکہ اہل فن کے نزدیک حافظے کی پہچان کبھی مشکل نہیں رہی، شرط یہ ہے کہ

حافظے کے لیے کوئی نہ کوئی میزان ہو مثلاً حفاظ قرآن کے لیے میزان قرآن ہے، اسی طرح سے قرون اولیٰ میں رواۃ کے حافظے کی پہچان کے لیے ان سے ائمہ رواۃ کی مروی احادیث تھیں۔ چنانچہ محدثین کا اتفاق ہے کہ جو راوی روایت کرتے وقت برتر ثقات راویوں کی مخالفت کرتا ہو، اس کی روایت نا قابل قبول ہے۔ چنانچہ مخالفۃ الثقات حفظ کی پہچان کا پہلا میزان ہے۔ اور حفظ کی پہچان کا دوسرا میزان راوی کا اعتماد ہے کہ راوی روایت کرتے وقت اوہام، تردد یا شکوک کا شکار نہ ہو۔

''حفظ'' ظن یا یقین کا موجب

جدید علم نفسیات (Psychology) کی روشنی میں:

⊙ ...... ابتداء میں عموماً علم منقولات کا تعلق سراسر حفظ اور یاد داشت سے تھا۔ حفظ ایک غیر حسی اور غیر مادی چیز ہے، لیکن محدثین نے حفظ کی صلاحیت کو ایک مکمل فن بنا دیا۔ چنانچہ مختلف محدثین ائمہ کرام، رواۃ حدیث سے یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ وہ حدیث کی یادداشت کے لیے آٹھ باتوں کا اہتمام کرتے تھے:

① ...... سماع کے وقت چستی اور ہوشیاری

② ...... کتابت، ③ ...... مقابلہ و اعادہ

④ ...... مذاکرہ ⑤ ...... تعمد و تحفظ

⑥ ...... باہمی سوال و جواب

⑦ ...... ناقلین پر غور و خوض

⑧ ...... روایت پر تفقہ (معنوی غور و فکر)

ان آٹھ امور کے ساتھ حفظ شدہ چیز تقریباً یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

⊙ ......حفظ کے درج بالا آٹھ امور کے بارے میں قرن اول او قرن ثانی میں رواۃ حدیث ونقاد ائمہ حدیث نے آپس میں ایک دوسرے کو بہت تلقین کی ہیں۔ اس دور میں حافظہ سے متعلق، محدثین کی علمی وفکری چہل پہل کو معلوم کرنے کے لیے امام رامہر مزی (۲۶۰ تا ۳۶۰) کی کتاب سب سے زیادہ مفید ہے۔ یہ کتاب اصول حدیث کی قدیم ترین کتاب ہے اور قدیم ائمہ رواۃ حدیث کے اقوال، براہ راست ذاتی سند سے پیش کرتی ہے۔[تفصیل کے لیے: المحدث الفاضل از امام رامهر مزی اور الكفاية فی اصول الروایه از خطیب بغدادی]

⊙ ......جدید علم نفسیات (Psychology) کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ حافظے سے تعلق رکھنے والے مسائل کبھی تو یقین کا فائدہ دیتے ہیں، کبھی ظن غالب کا، کبھی تردد کا اور کبھی اوہام کا۔ علم نفسیات کے نزدیک تکرار فعل، اولیت فعل، تاثر فعل، تاثر کی شدت، تازگی اور اصول دلچسپی کی بنیادوں پر حفظ، عین یقین یا تقریباً یقین کا فائدہ دیتا ہے۔ مثلاً

تکرار فعل کی مثال: میں روز صبح اٹھ کر مسواک کرتا ہوں

اوّلیت فعل کی مثال: میری آنکھوں کا دیکھا ہوا برف باری کا پہلا منظر

تاثر فعل اور اس کی شدت کی مثال: یہ بات کہ کل میرے ہمسائے کے گھر میں بجلی گری

فعل کے تازہ ہونے کی مثال: یہ بات کہ ایک منٹ پہلے میں کرسی پر بیٹھا تھا۔

یہ تمام بیانات قرائن کی بنیاد پر اس قدر مضبوط ہیں کہ حفظ کے ساتھ تعلق کے باوجود یقین کا فائدہ دیتے ہیں اور ان کا انکار کرنے والا بے عقل اور احمق کہلائے گا۔[تفصیل کے لیے: ''نفسیات'' از ڈاکٹر سی اے قادر، ''نفسیات'' کرامت حسین، ''نفسیات'' برائے بی اے از ٹی ایم یوسف......مباحث حافظہ Momory]

⊙ ......محدثین کرام بھی حفظ کی ان بنیادوں پر اس قدر مضبوط تھے کہ ان کی حفظ شدہ چیز یقین کے قریب قریب علم کا فائدہ دیتی ہے مثلاً محدثین کی روایات کا اکثر حصہ مشاہدہ، عمل، تجربہ، مشق اور تکرار فعل سے تعلق رکھتا ہے اور ایسی چیز کبھی نہیں بھولی جاسکتی اور اسی طرح محدثین نے علم حدیث کو ایک شوقیہ تفریح کے طور پر اختیار نہیں کیا بلکہ اس کے لیے زندگیاں وقف کردیں، دن رات کے اکثر اوقات علم الحدیث میں گزارے۔ ایسے فنی ماہرین اپنے فن کی کسی ادنیٰ یا اعلیٰ بات سے غافل نہیں رہ سکتے۔ [جاری ہے]

اہل جنت کی آخری بات

﴿ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ ۖ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۚ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾ [یونس: ۹، ۱۰]

''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے نیک کام کیے ان کا مالک ایمان کی وجہ سے اُن کو (جنت کا) راستہ دکھائے گا۔ اُن کے تلے (ہر وقت) عیش کے باغوں میں نہریں پڑی بہ رہی ہوں گی۔
اُن کی پکار سبحانک اللہم (تیری ذات پاک ہے یا اللہ!) ہوگی اور (آپس کی ملاقات میں) اُن کا تحفہ سلام ہوگا اور اخیر پکار ان کی یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین (یعنی ساری خوبی اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔)''

بدعت اور اس کی حقیقت

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر: شعبہ تحقیق وتالیف وترجمہ دارالسلام، لاہور

(۵)......اہل حق ہمیشہ تھوڑے ہی رہے ہیں:

مذکورہ چار نکتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس حقیقت کو ماننے میں تامل نہیں ہونا چاہیے کہ اہل حق ہمیشہ ہر دور میں کم ہی رہے ہیں اور اکثریت اہل باطل ہی کی رہی ہے، اس لیے حق کا معیار اکثریت یا اقلیت نہیں ہے بلکہ صرف اور صرف قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ ہیں جو سچے دل سے ان کو مانے گا اور ان پر عمل کرے گا، وہی برسرحق ہوگا۔ وہ کوئی فرد ہو یا جماعت، وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ اہل حق ہمیشہ قلیل ہی رہے ہیں۔

﴿ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ﴾ [سبا٣٤: ١٣]

''میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہی ہیں۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ سے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴾

[الانعام٦: ١١٦]

''اگر آپ اہل زمین کی اکثریت کی بات مانیں گے تو وہ لوگ آپ کو اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گے۔ یہ اکثریت صرف ظن (گمان) کی پیرو کار اور محض اٹکل پچو باتیں کرنے والی ہے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾

[یوسف١٢: ١٠٣]

''آپ کی خواہش کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہوں گے۔''

طوبٰی للغرباء والی حدیث کا ایک طریق اس طرح بھی ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((طُوبٰى لِلْغُرَبَاءِ، قِيْلَ، وَمَنِ الْغُرَبَاءُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ نَاسٌ صَالِحُوْنَ قَلِيْلٌ فِيْ نَاسِ سُوْءٍ كَثِيْرٍ، مَنْ يَّعْصِيْهِمْ اَكْثَرُ مِمَّنْ يُّطِيْعُهُمْ)) [السلسلة الصحيحة، للألباني: ٤/١٥٦، حديث: ١٦١٩]

''غرباء کے لیے خوش خبری ہے، پوچھا گیا، اللہ کے رسول! غرباء کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''نیک لوگ، جو بہت زیادہ برے لوگوں میں تھوڑے ہوں گے، ان کے پیچھے لگنے والوں کے مقابلے میں ان کی نافرمانی کرنے والے لوگ زیادہ ہوں گے۔''

افتراق امت والی حدیث جو پہلے گزر چکی ہے جس میں ۷۳ فرقوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے، اس سے بھی واضح ہے کہ ۷۳ فرقوں میں صرف ایک فرقہ، فرقۂ ناجیہ ہوگا، یہی طائفہ منصورہ ہوگا۔ یعنی اللہ کی خاص مدد سے قائم رہنے والا اور اللہ کی نصرتِ خاص کا مورد، اگرچہ وہ تعداد کے اعتبار سے دوسروں کے مقابلے میں کم ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ اس طائفہ حقہ کو قیامت کو قائم رکھے گا اور اس کے ذریعے سے احقاقِ حق کر کے لوگوں پر حجت تام کرتا رہے گا۔ نبی ﷺ کے فرمان سے بھی یہ

بات ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا:

((لَا تَزَالُ مِنْ أُمَّتِیْ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللّٰهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ)) [صحيح البخاری، المناقب، باب سؤال المشركين ان يريهم النبی ﷺ آية......، حديث: ٣٦٤١]

''میری امت میں سے ایک گروہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، اس کو نہ وہ لوگ نقصان پہنچا سکیں گے جو اس کی مدد سے گریزاں ہوں گے اور نہ اس کی مخالفت کرنے والے، یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا حکم آ جائے (قیامت برپا ہو جائے) اور وہ اسی اللہ کے حکم پر قائم رہیں گے۔''

صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((لَا يَزَالُ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِيْنَ، حَتّٰى يَأْتِيَهُمْ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ)) [صحيح البخاری، باب مذكور، حديث: ٣٦٤٠]

''میری امت کے کچھ لوگ (دلائل حقہ کے اعتبار سے) غالب رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے پاس اللہ کا حکم آ جائے اور وہ غالب ہی ہوں گے۔''

صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِیْ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ، ظَاهِرِيْنَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ))

''میری امت کے ایک گروہ حق کے لیے لڑنے والا ہمیشہ رہے گا، قیامت تک (دلائل کے اعتبار سے) وہ غالب رہے گا۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

((مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ، وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِيْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَاهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)) [صحيح مسلم، الإمار، باب قوله ﷺ لا تزال طائفة......، حديث: ١٩٢٣]

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کو دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ حق کے لیے لڑنے والا ہمیشہ رہے گا، اپنے مخالفین پر (دلائل کے اعتبار سے) قیامت تک غالب رہے گا۔''

اس حدیث کے مختلف طرق اور الفاظ سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

❀......مسلمانوں کی اکثریت حق سے منحرف ہو جائے گی، کہلانے کی حد تک وہ مسلمان ہی کہلائے گی لیکن وہ صراطِ مستقیم پر چلنے والی نہ ہوگی۔

❀......اس اکثریت کے مقابلے میں ایک گروہ بھی ہمیشہ قائم رہے گا جو حق کے لیے لڑتا رہے گا، یعنی باطل اور گمراہ فرقوں کی تحریفات وتلبیسات کا پردہ چاک کرتا اور حق کی دعوت ان کو دیتا رہے گا۔

❀......اس طائفہ حقہ کے دلائل چوں کہ قرآن واحادیث صحیحہ پر مبنی ہوں گے، اس لیے دلائل کی رو سے کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا، اس اعتبار سے یہی گروہ قیامت تک غالب رہے گا۔

❀......اللہ کا پسندیدہ گروہ یہی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ دین کی صحیح سمجھ سے بہرہ ور فرمائے گا اور یہ اس گروہ پر اللہ کا بڑا احسان ہوگا۔

❀......اس گروہ کی فہم صحیح اور دعوت حق کے ذریعے ہی سے یہ دین قیامت تک اپنی صحیح شکل میں موجود رہے گا کیوں کہ ہر دور میں اس گروہ کو باقی رکھنے سے اصل مقصود یہی ہے۔ اس کی مزید تائید حسب ذیل حدیث سے ہوتی ہے:

((لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا، يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ)) [صحيح

مسلم، باب مذکور، حدیث: ۱۹۲۲]

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا، اس کے لیے مسلمانوں میں سے ایک گروہ لڑتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔''

''یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا'' کا مطلب یہی ہے کہ دین میں ملاوٹ کرنے والی، نئی نئی بدعات گھڑنے والے، قرآن کریم میں معنوی تحریفات کے ذریعے سے اپنی گمراہیوں کو ثابت کرنے والے بہت ہوں گے، ہر دور میں ہوں گے اور بہت زیادہ ہوں گے۔ لیکن ایک گروہ، جو تعداد میں تھوڑا ہوگا، ان سے نبرد آزما اور ان کی تاویلاتِ رکیکہ وبعیدہ وتلبیسات کا پردہ چاک کرتا رہے گا اور یوں اصل دین بھی اپنی صحیح شکل وصورت میں موجود رہے گا، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازنا ہوگا، وہ تقلیدی راہوں اور بدعات سے نکل کر اصل دین کو اپناتے رہیں گے اور یوں نام نہاد مسلمان معاشروں میں اصل دین پر عمل کرنے والے اور اس کی حفاظت وصیانت کا فریضہ ادا کرنے والے بھی تا قیامت موجود رہیں گے۔

جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عَدُوْلُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ))

''اس علم (قرآن وحدیث) کو ہر پچھلے لوگوں سے (بعد میں آنے والے) ثقہ لوگ (علمائے راسخین) حاصل کریں گے، وہ اس (علم) سے وہ تحریفات دور کریں گے جو (بدعتی لوگ) حد سے تجاوز کر کے (غلو کر کے اپنی بدعات کے اثبات کے لیے اس میں) کریں گے۔ اور (قرآن وحدیث کی طرف اس) غلط انتساب کی نفی کریں گے جو اہل باطل (اپنے مذہب کی حمایت کے لیے) کریں گے اور (شریعت حقہ کے اصول مناہج سے ناآشنا) جاہل لوگوں کی تاویلات کا پردہ چاک کریں گے۔'' [شیخ البانی ؒ نے اس کی سند کے بارے میں توقف کیا اور تحقیق کرنے کے ارادے کا اظہار کیا[هداية الرواة: ۱/۱٦۳] اور شیخ کے تلمیذ رشید علامہ سلیم الہلالی نے اس کی تحقیق کر کے اس کو حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔[البدعة وأثرها السيء في الأمة، ص: ۱۱۰، طبع أردن: ۲۰۰٦ء]

اس حدیث میں اہل حق کی صفاتِ حمیدہ کا بھی بیان ہے اور ان کے ذریعے سے تجدید واصلاح کا جو کام سرانجام پائے گا، اس کی بھی وضاحت ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوگی کہ وہ قرآن وحدیث کے علم سے بہرہ ور ہوں گے، اس میں ان کو رسوخ حاصل ہوگا اور وہ اس علم کے ماہر ہوں گے اور یہ سلسلہ نسل درنسل چلتا رہے گا، ہر قرن اور ہر دور میں ایسے علمائے حق ہوتے رہیں گے۔ اور ان کا سب سے اہم کام یہ ہوگا کہ اہل بدعت اور اہل زیغ اپنی گمراہیوں اور بدعات کے اثبات کے لیے قرآن وحدیث کے معنی ومفہوم میں جو تحریف کریں گے، قرآن وحدیث کی طرف جو غلط باتیں منسوب کریں گے اور جو دور از کار تاویلات کریں گے، اہل حق ان سب کی نفی کر کے، ان کے مغالطات وتلبیسات کا پردہ چاک کر کے اور صحیح بات کو واضح کر کے قرآن وحدیث اور دین حق کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ جَعَلَنَا اللّٰهُ مِنْهُمْ

اور اس حدیث میں بھی یہی خبر دی گئی ہے۔

((إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا)) [السلسلة الصحيحة، حديث: ٥٩٩]

''اللہ تبارک وتعالیٰ اس امت کے لیے ہر صدی کے شروع (یا آخر) میں ایسے لوگ پیدا فرماتا رہے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کی اصلاح وتجدید کا کام کیا کریں گے۔''

یہی طائفہ منصورہ، فرقہ ناجیہ اور جماعت حقہ ہے جو اتباع رسول کے تقاضوں کو پورا کرنے والی اور صحابہ کرام کے منہج ومسلک پر چلنے والی

ہے۔ یہ بلاشبہ تھوڑی ہی ہے، تھوڑی ہی رہی ہے اور شاید تھوڑی ہی رہے لیکن اس کے تھوڑے ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ یہ حق کی حامل نہیں ہے یا حق کے لیے اکثریت ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

((اَلْجَمَاعَةُ مَا وَافَقَ الْحَقَّ وَإِنْ كُنْتَ وَحْدَكَ))

[هداية الرواة إلى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة، لابن حجر عسقلانی، به تحقيق شيخ البانی، رحمهما الله: ١/ ١٣٥ حاشيه]

''حق کے مطابق چلنے والوں کا نام ''الجماعۃ'' ہے چاہے تو اکیلا ہی ہو۔''

علامہ شاطبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۰ہجری) فرماتے ہیں:

((اَلْجَمَاعَةُ مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُونَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ)) [الاعتصام: ١/ ٣٧، به تحقيق سليم بن عيد الهلالی، طبع دار ابن عفان: ١٩٩٢ء]

''نبی ﷺ، صحابہ کرام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے طریقے کا نام الجماعۃ ہے۔''

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں:

((اِتَّبِعْ طُرُقَ الْهُدٰى وَلَا يَضُرُّكَ قِلَّةُ السَّالِكِيْنَ وَإِيَّاكَ وَطُرُقَ الضَّلَالَةِ وَلَا تَغْتَرَّ بِكَثْرَةِ الْهَالِكِيْنَ)) [الإبداع فی مضار الابتداع، ص: ٥٣، الشيخ علی محفوظ مصری، الطبعة الخامسة، ١٩٧١ء، مدينة منورة]

''ہدایت کے راستوں پر چلو، ان راستوں پر چلنے والوں کی کمی کو مت دیکھو، اس سے تمھیں کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ اور گمراہی کے راستوں سے بچو، ان راستوں کو اختیار کرنے والوں کا مقدر تباہی ہے، ان کی کثرت سے تم دھوکا مت کھاؤ۔''

حضرت سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اُسْلُكُوْا سَبِيْلَ الْحَقِّ، وَلَا تَسْتَوْحِشُوْا مِنْ قِلَّةِ أَهْلِهِ)) [الاعتصام، للشاطبی، ص: ٤٦]

''حق کے راستے پر چلو، اہل حق کی کمی سے مت گھبراؤ۔''

(۶)......اکثریت کے جہنمی ہونے کا مطلب:

مذکورہ حقائق وتفصیلات کے باوجود بعض لوگوں کے لیے شاید یہ امر تسلیم کرنا نہایت مشکل ہے کہ امت مسلمہ کی اکثریت گمراہی کا شکار اور جہنم میں جانے کی مستحق ہوسکتی ہے۔ کیوں کہ ان کے ذہنوں میں شفاعت کا غلط تصور ہے۔ دوسرا وہ سمجھتے ہیں کہ جنت میں امت محمدیہ کی اکثریت کی بابت احادیث میں بتلایا گیا ہے، اس کے پیش نظر اکثریت کی گمراہی کا تصور غلط ہے۔ لیکن مذکورہ توجیہات کے پیش نظر یہ ناممکن بات نہیں ہے۔ اوّل اس لیے کہ شفاعت کا مفہوم غلط سمجھا اور سمجھایا گیا ہے۔ شفاعت کا مطلب عام طور پر یہ لیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ شفاعت کے ذریعے سے اپنی ساری امت کو بخشوالیں گے۔ ظاہر بات ہے کہ یہ تصور جہاں قرآن وحدیث کی نصوص کے خلاف ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کے بھی منافی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے بے لاگ عدل وانصاف کے لیے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق اچھی یا بری سزا دینے کے لیے رکھا ہے، نہ کہ اس لیے کہ ہر اچھے اور برے، متقی اور غیر متقی، صالح اور فاجر کے ساتھ یکساں معاملہ کر کے سب کو اوّل ہلے ہی میں جنت میں داخل فرما دے۔ اگر ایسا ہو تو یہ سراسر ظلم ہوگا، انصاف تو نہیں ہوگا۔ اور اللہ کے لیے اس ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسی غلط تصور کی نفی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ [الجاثية ٤٥: ٢١]

''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا، وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کے مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کا جینا اور مرنا برابر ہے، برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔''

قرآنِ کریم کی رو سے ساری امت محمدیہ کی پہلے ہی مرحلے میں

بخشش کا یہ تصور ''برا فیصلہ'' ہے، جو اللہ کے بارے میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

شفاعت کا صحیح مفہوم:

اس لیے شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے امت محمدیہ کے ایسے بہت سے لوگوں کو معاف کر کے ان کو پہلے مرحلے ہی میں جنت میں بھیج دے گا جن پر اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرنا چاہے گا اور وہ زیادہ گناہ گار بھی نہیں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ﴾ [البقرۃ ۲:۲۵۵]

''اللہ کی اجازت کے بغیر کون ہے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کر سکے؟''

یعنی وہاں کسی کو کسی کے لیے شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی نہ کسی کو یہ جرأت ہی ہوگی۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا، وہ یقیناً شفاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو بھی شفاعت کرنے کا یہ اعزاز عطا فرمائے گا اور آپ اللہ کی اجازت سے اپنی امت کی مغفرت کے لیے شفاعت فرمائیں گے۔ لیکن یہ شفاعت کن لوگوں کے لیے ہوگی؟ اس کی بھی وضاحت قرآنِ کریم میں فرمادی گئی ہے:

﴿ وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَهُمْ مِّنْ خَشْیَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴾ [الأنبیاء ۲۱:۲۸]

''وہ شفاعت انھی لوگوں کے لیے کریں گے جن کے لیے اللہ تعالیٰ پسند فرمائے گا اور وہ اللہ کے ڈر سے لرزاں وترساں ہوں گے۔''

﴿ یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ﴾ [طٰهٰ ۲۰: ۱۰۹]

''اس دن سفارش کوئی نفع نہ دے گی مگر صرف اس کی جسے رحمٰن اجازت دے گا اور اس کی بات پسند کرے گا۔''

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

❀ ...... شفاعت صرف وہ کرے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملے گی۔

❀ ...... شفاعت صرف ان لوگوں کے حق میں ہوگی جن کی بابت اللہ تعالیٰ پسند فرمائے گا۔ اور ظاہر بات ہے کہ جو اللہ کے سخت نافرمان رہے ہوں گے، اسلام کے احکام وفرائض سے یکسر غافل رہ کر جنھوں نے زندگی گزاری ہوگی اور اللہ تعالیٰ پہلے ان کو سزا دے کر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہے گا، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کب شفاعت کرنے کی اجازت دے گا؟ ان کو پہلے جہنم کی سزا بھگتنی ہوگی اور جب اللہ چاہے گا ان کو معاف فرما کر اور جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا، چناں چہ رسول کریم ﷺ کی دوسری مرتبہ شفاعت سے ان کو جنت میں جانے کا موقع ملے گا۔ ان سارے پہلوؤں کی وضاحت احادیث میں موجود ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ امت محمدیہ کی بے عمل یا بدعمل اکثریت پہلے جہنم میں جانے کی مستحق قرار پاسکتی ہے، اس میں قطعاً کوئی اشکال یا استحالہ نہیں۔ اس طرح ایک بہت بڑی تعداد سزا بھگتنے کے بعد جنت میں جائے گی۔ اور جہنم میں صرف وہی لوگ ہمیشہ رہنے کے لیے رہ جائیں گے جن کے عقیدوں کی گمراہی نے ان کو شرک اکبر اور شرک صریح تک پہنچادیا ہوگا اور دنیا میں وہ شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے فوت ہوئے ہوں گے۔ ان کے لیے یقیناً مغفرت نہیں ہے، وہ ہمیشہ جہنم ہی کا ایندھن رہیں گے، جنت ان پر حرام ہے۔ وہ کوئی بھی ہوں، کسی بھی قوم اور مذہب سے ان کا تعلق ہو۔ وہاں مذہب اور قومیت کا خانہ نہیں دیکھا جائے گا، صرف عقیدہ اور عمل دیکھا جائے گا، جن کے عقیدہ وعمل میں شرک کی گمراہی نہیں ہوگی، ان کو اللہ چاہے گا تو پہلے مرحلے ہی میں معاف فرمادے گا، بصورت دیگر سزا کے بعد معافی مل جائے گی۔ لیکن مشرکانہ عقائد واعمال کے حامل لوگوں کے لیے معافی نہیں ہے، وہ جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے۔

ثانیاً: امت محمدیہ کی ایک بہت بڑی تعداد کے جہنم میں جانے کا مطلب یہ قطعاً نہیں ہے کہ جنت میں دوسری امتوں کے مقابلے میں یہ

امت کم ہوگی۔ ایسا نہیں ہے، نبی ﷺ کا زمانۂ نبوت بہت زیادہ یعنی قیامت تک ہے جس کی مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا، اس لیے ہر دور کے اہل حق، چاہے وہ تعداد میں تھوڑے ہی رہے ہوں، قیامت تک کے اہل حق کو ملا کر بہت بڑی تعداد میں ہوجائیں گے۔ اس طرح حدیث کے مطابق اہل جنت کی اکثریت امت محمدیہ ہی کے افراد پر مشتمل ہوگی۔ علاوہ ازیں بعد میں بھی ایک بہت بڑی تعداد اپنی اپنی سزا بھگت کر جہنم سے نکل کر جنت میں چلی جائے گی، ان کے لیے بھی جب اللہ کی مشیت ہوگی، نبی ﷺ دوبارہ شفاعت فرمائیں گے، کچھ فرشتے اور صلحاء واتقیاء بھی سفارش کریں گے اور آخرت میں کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے معاف فرمائے گا اور یوں اہل ایمان سب کے سب جنت میں پہنچ جائیں گے، جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جو مرتے دم تک مشرکانہ عقیدوں کے حامل اور عامل رہے، ان کا دائمی ٹھکانا جہنم ہی ہوگا، اس لیے کہ مشرک اور کافر کے لیے جنت حرام ہے۔

ہر خیر امت کو بتلا دیا اور ہر شر سے روک دیا گیا ہے:

بہر حال بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ دین اسلام نبی ﷺ کی زندگی میں مکمل ہوگیا تھا۔ سارے امور خیر بتلا دیے گئے تھے اور جو امور شر تھے، ان سے روک دیا گیا تھا۔ جیسے ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا بَقِيَ شَيْءٌ يُقَرِّبُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُ مِنَ النَّارِ إِلَّا وَقَدْ بُيِّنَ لَكُمْ)) [السلسلة الصحيحة، للألباني، حديث:١٨٠٣، بحواله المعجم الكبير للطبراني، حديث:١٦٤٧]

''جو عمل بھی جنت کے قریب اور جہنم سے دور کرنے والا ہے، وہ تمہارے لیے بیان کردیا گیا ہے۔''

ایک اور حدیث میں فرمایا جو اگرچہ مرسل حسن ہے لیکن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو بطور شاہد بیان کیا ہے۔

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ إِلَّا قَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ، وَمَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ إِلَّا قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ)) [السلسلة الصحيحة، تحت حديث:١٨٠٣]

''اللہ نے جن باتوں کے کرنے کا تم کو حکم دیا ہے، ان میں سے میں نے کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے۔ وہ سب تمہارے سامنے بیان کردی ہیں۔ (اسی طرح) جن چیزوں سے اس نے تمھیں منع کیا ہے، ان میں سے بھی کوئی چیز میں نے نہیں چھوڑی ہے، ان سب سے میں نے تمھیں منع کردیا ہے۔''

ایک اور حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ)) [صحيح مسلم، الامارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخليفة، الاول فالاول، حديث:١٨٤٤]

''مجھ سے پہلے جو بھی نبی ہوا ہے، اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ اپنی امت کو ہر بھلائی کی وہ بات بتلائے جس کا امت کے لیے بہتر ہونا اس کو معلوم ہو اور ان چیزوں سے ان کو ڈرائے جن کا ان کے لیے برا ہونا اس کو معلوم ہو۔''

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ خیر وشر کا یہ علم پیغمبر کو اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے نیز پیغمبر اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ اس کو اللہ کی طرف سے لوگوں کو بتلانے کے لیے جو کچھ بتلایا جائے، وہ اپنی امت کو بتلائے، کوئی بات اپنے پاس نہ رکھے۔ قرآنِ کریم کی اس آیت کا جو نبی ﷺ کی بابت ہے، یہی مطلب ہے:

﴿ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴾ [التكوير ٨١: ٢٤]

''وہ غیب (کی باتوں) پر بخیل نہیں ہے۔''

کیوں کہ پیغمبر کو یہی حکم ہوتا ہے:

﴿ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۖ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ﴾ [المآئدة٥: ٦٧]

''جو چیز آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتاری گئی ہے، وہ (لوگوں تک) پہنچا دیجیے اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ

نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔"

ان آیات واحادیث سے معلوم ہوا کہ جن امور کا تعلق دین سے ہے، امر کا ہو یا نہی (ممانعت) کا، وہ سب بتلا دیے گئے ہیں۔ اب وحی ورسالت کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد کسی کو ان میں نہ کمی کرنے کا اختیار ہے اور نہ زیادتی کا، امتی صرف اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کا پابند ہے اور اس کی نجات کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی کافی ہے، وہ اوامر (احکامات) کو بجالائے اور نواہی (ممنوعات) سے باز رہے۔

سنت ترکیہ، جو کام منقول نہیں ان کا ترک (چھوڑ دینا) سنت اور کرنا خلاف سنت ہے:

ایک تیسری قسم ان کاموں کی ہے جنھیں نبی ﷺ نے نہیں کیا لیکن لوگ ان کو دین یا اجر وثواب کا باعث گردان کر کرتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟

ظاہر بات ہے کہ ان کا نہ کرنا ہی سنت اور کرنا خلاف سنت ہے کیوں کہ یہ سنت ترکیہ ہے، جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا، اس کا نہ کرنا ہی سنت ہوگا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہ جن کے نہ کرنے کی صراحت احادیث میں موجود ہے۔ جیسے جمع بین الصلوٰتین کے موقع پر آپ کا سنتیں ادا نہ کرنا اور صرف دونوں نمازوں کے فرض ادا کرنا۔ عیدین کی نماز کے لیے اذان اور اقامت (تکبیر) کا اہتمام نہ کرنا، وغیرہ۔ ان کے نہ کرنے کی صراحت احادیث میں موجود ہے۔

دوسری صورت ہے کہ نہ کرنے کی صراحت تو نہیں ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ نبی ﷺ نے وہ کام نہیں کیا، اس لیے کہ اگر وہ کام آپ نے کیا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا ان میں سے کوئی ایک تو ضرور اس کو بیان کرتا، یا اس کام کا اہتمام صحابہ بھی ضرور کرتے۔ جب کسی سے اس کا کرنا بھی منقول نہیں اور صحابہ کا کرنا بھی ثابت نہیں تو بالیقین اس کام کا نہ کرنا ہی سنت ہے۔ جیسے مردے کو دفنانے کے بعد قبر پر اذان دینا، فرض نماز پڑھتے وقت اردو یا پنجابی وغیرہ زبان میں نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا، اذان سے قبل صلاۃ وسلام پڑھنا، جماعت کا سلام پھرنے کے فوراً بعد اجتماعی طور پر بہ آواز بلند لا الٰہ الا اللہ کا ورد یا صلاۃ وسلام کا پڑھنا اور اس طرح کے دیگر بہت سے کام، جو نبی ﷺ سے منقول نہیں، کرنا۔ یہ سب خلافِ سنت ہوں گے کیوں کہ ان کو مستحب یا ضروری قرار دینا ایسا ہی ہے جیسے آپ سے منقول مسنون کاموں کے چھوڑنے کو مستحب یا ضروری قرار دینا۔ ان دونوں باتوں میں فرق نہیں۔

اس لیے مسنون اور مستحب کام صرف وہ ہوں گے جو نبی ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر سے ثابت ہوں گے۔ کمال اتباع سنت یہی ہے کہ جو آپ سے منقول ہے، اس کو کیا جائے، جو منقول نہیں ہے اس کو نہ کیا جائے، چاہے اہل بدعت نے اس پر کیسا ہی خوش نما لیبل یا حسین غلاف چڑھا دیا ہو۔

اس سنت ترکیہ کے اصول کو مانے بغیر بدعت کا دروازہ بند نہیں ہو سکتا۔



ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی کی جامعہ ابراہیمیہ (کنگن پور) آمد

ڈاکٹر عظیم الدین زاہد لکھوی (ناظم سیاسیات مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان) ۱۰۔ اپریل ۲۰۰۹ء بروز جمعۃ المبارک جامعہ ابراہیمیہ کنگن پور میں تشریف لائے۔

یہاں انھوں نے پروفیسر مولانا محمد ابراہیم خادم قصوری کی عیادت کی اور جماعتی سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔ اس موقع پر بہت سے جماعتی احباب موجود تھے۔ بعد ازاں مہمانوں کے اعزاز میں عصرانہ دیا گیا۔

[صاحبزادہ محمد اسحاق خادم و مرکزی جمعیت اہل حدیث کنگن پور]

سفرنامہ

محقق اہل حدیث حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کا

دورۂ کویت

عبدالخالق محمد صادق مدنی، کویت

حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ہماری جماعت کے نامور اہل قلم، معتبر عالم دین، محقق اور محدث شخصیت ہیں۔ اللہ کریم کے فضل وکرم سے ایک طویل عرصے سے وہ تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں کویت کی معروف علم پرور اور اہل علم کے لیے ہمیشہ اپنے گراں قدر علمی تعاون میں پیش پیش تنظیم ''لجنۃ القارۃ الہندیہ اور مرکز دعوت الجالیات (کویت)'' نے ان کی علمی خدمات کے پیش نظر ایک شیلڈ ''محقق اہل حدیث'' دینے کے لیے انھیں کویت بلایا۔ چناں چہ شیلڈ ان کی خدمت میں پیش کی گئی۔

ادارہ الاعتصام جناب مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور کویت کے احباب کی خدماتِ دینیہ کی بھی تحسین کرتا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء [ادارہ]

مرکز دعوۃ الجالیات (جمعیۃ اہل حدیث) کویت کے احباب کی دیرینہ خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ موقعہ فراہم کرے اور ہم اہل حدیث کے مایہ ناز سپوت، محقق اہل حدیث حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کے علم وعمل سے مستفید ہوں اور ان کی موجودگی میں اپنی تربیت واصلاح کا موقع میسر آئے۔ انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور اللہ رب العزت نے یہ بیش قیمت لمحات میسر کردیئے اور مولانا بروز منگل شب سوا بارہ بجے مؤرخہ ۲۰۰۹-۰۳-۴ کو بذریعہ پی، آئی، اے کویت تشریف لائے۔

مرکز دعوۃ الجالیات کے (رئیس) شیخ عارف جاوید محمدی، شیخ محمد انور سلفی، ملک جاوید اختر، حافظ عبداللہ عارف جاوید اور راقم الحروف نے کویت ائیرپورٹ پر مولانا کا استقبال کیا۔ مولانا چوں کہ وزارت اوقاف کویت کے ویزے پر تشریف لائے تھے چناں چہ سرکاری گاڑی وہاں سے مولانا کو ''فائیوسٹار'' ہوٹل میں لے گئی۔ اگلے دن مولانا کو ہوٹل سے مرکز دعوۃ الجالیات (کویت) کے مرکزی آفس میں منتقل کیا گیا۔

دوپہر کا کھانا محترم شیخ عارف جاوید محمدی کے ہاں تناول کرنے کے بعد مولانا مرکز تشریف لائے اور پھر اسی روز نماز عصر کے بعد مرکز کے مرکزی رہنما بھائی حبیب الرحمٰن صاحب مولانا کو ساتھ لے گئے۔ جہاں انھوں نے مولانا کو اپنی مارکیٹ، کویت سٹی اور ابراج کویت کی سیر کروائی۔ ابراج کویت یہ ساحل سمندر پر واقع تین ٹاورز ہیں جن میں ایک لائٹنگ کے لیے اور ایک پانی کی ٹینکی اور ایک کے اوپر ہوٹل ہے جس کی بلندی تقریباً ۱۴۰ میٹر ہے اور اس میں ایک ہوٹل بھی ہے۔ تقریباً تمام سیاح اور زائرین یہاں ضرور آتے ہیں۔

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۵ بروز جمعرات مرکز دعوۃ الجالیات (کویت) کا ماہانہ اجتماع تھا۔ جو کہ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کے مرکزی ہال میں ہر انگریزی مہینے کی پہلی جمعرات کو منعقدہ ہوتا ہے۔ پروگرام نماز عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جس میں اہم موضوعات پر دروس اور پھر سوالات کے جوابات دیئے جاتے اور آخر میں تمام حاضرین کی خدمت

میں عشائیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس اجتماع میں کثیر تعداد میں اردو جاننے والے بہن بھائی شریک ہوتے اور استفادہ کرتے ہیں۔

مؤرخہ ۵ مارچ کے ماہانہ اجتماع میں خصوصی خطاب مہمان گرامی حضرت اثری ﷾ کا تھا۔ چوں کہ شیخ عارف جاوید محمدی صاحب کی تحریک پر مرکز کے احباب نے اس عظیم الشان موقعہ پر مہمان گرامی کو حدیث مصطفیٰ ﷺ اور مسلک اہل حدیث کی گراں قدر خدمات پر ''محقق اہل حدیث'' ایوارڈ پیش کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ لہٰذا اردو دان طبقے کے علاوہ عرب مشائخ کو بھی مدعو کیا گیا تھا تاکہ وہ بھی اس تاریخی پروگرام میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔

پروگرام کا آغاز ننھے منے حافظ حسنین اعجاز کی تلاوتِ کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد محترم ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد نے عربی میں مولانا کا تعارف پیش کیا۔ اور اس کے بعد لجنۃ القارۃ الہندیہ کے رئیس ابو خالد فلاح خالد المطیری ﷾ نے مہمان گرامی کو ''محقق اہل حدیث'' شیلڈ پیش کی۔ یہ یادگار لمحات دیدنی تھے جب کہ مرکز دعوۃ الجالیات نے محدث العصر کو ''محقق اہل حدیث'' کا لقب باضابطہ طور پر دینے کی سعادت بلکہ اس میں سبقت حاصل کی۔

﴿ ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء ﴾

ایں	سعادت	بزور	بازو نیست
تانہ	بخشد	خدائے	بخشندہ

شیلڈ پیش کرنے کے بعد مولانا کو دعوت خطاب دی گئی اور مولانا نے تقریباً سوا گھنٹہ تک ''طائفہ منصورہ کی خصوصیات'' کے عظیم الشان موضوع پر محدثانہ اور فاضلانہ خطاب فرمایا۔ جس میں زور خطابت کے ساتھ ساتھ، اسلاف کے اسلوب دعوت کی جھلک نمایاں تھی۔ پروگرام میں حاضرین اور سامعین نے اس کثرت اور شوق وذوق سے شرکت کی کہ بہت بڑا کانفرنس ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگی داماں کی شکایت کر رہا تھا۔ تمام حاضرین نے پورے انہماک اور دلچسپی سے حضرت کا خطاب سنا اور داد وتحسین پیش کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ان جہود وکاوش کو قبول کرے اور ان کے علم وعمل میں برکت کرے۔ آمین

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۶ کو مہمانِ گرامی نے کویت سٹی کے سنٹر میں واقع عظیم الشان مسجد ''مسجد الشایع'' میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرمایا: خطبہ کا عنوان ''تحریم الظلم'' تھا جس پر محقق اہل حدیث ﷾ نے بڑے خوب صورت علمی اور دلنشین انداز میں روشنی ڈالی اور سینکڑوں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی بلکہ خطبہ جمعہ ایک کانفرنس کا منظر پیش کر رہا تھا۔

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۷ بروز ہفتہ کویت کے معروف صوبہ ''الجہراء'' میں معروف سلفی فاضل نوجوان اور محقق ومصنف الشیخ محمد بن ناصر العجمی ﷾ کے دولت کدہ پر حضرت ''محقق اہل حدیث'' سے اجازۃ الروایۃ حاصل کرنے اور علمی استفادہ کی غرض سے ایک ''مجلس سماع حدیث'' کا اہتمام کیا گیا۔ چناں چہ مہمان گرامی، شیخ عارف جاوید محمدی اور راقم الحروف نے نماز عشاء جہرا میں ادا کی اور اس کے بعد شیخ محمد ناصر العجمی کی رہائش گاہ پر پہنچے جہاں پر شیخ ناصر اور ان کے فرزندانِ گرامی اور دیگر مشائخ نے گرم جوشی سے مہمان گرامی کا استقبال کیا اور نشست گاہ میں لے گئے۔ مشروب اور قہوہ سے تواضع کے بعد شیخ ''العجمی'' نے معزز مہمان کو اپنے بیش قیمت اور وسیع مکتبہ کی سیر کروائی جس میں تمام کتب کو بڑے سلیقے سے فن وار مرتب کیا گیا تھا اور ہر موضوع پر اور ہر فن میں ہر قسم کی ممکنہ کتب موجود تھیں۔ اور انھوں نے اس موقع پر مہمان گرامی کے تاثرات بھی قلمبند کروائے اور اپنی بعض مؤلفات اور تحقیق شدہ بعض کتب بھی مہمانِ گرامی کو ''ہدیۃ'' پیش کیں۔

اتنے میں مجلس سماع کے شرکاء زینت محفل بن چکے تھے اور حدیث مصطفیٰ کا سماع شروع ہوا۔ حضرت پر بخاری شریف کے کتاب العلم اور کتب ستہ کے اطراف، ثلاثیات، مقدمہ ابن صلاح اور شرح نخبۃ الفکر کی قرأت کی گئی۔ اور حضرت نے مجلس میں موجود تمام شرکاء کو ''اجازۃ الروایۃ'' اپنے دستخطوں کے ساتھ عطا کی۔ اس مجلس میں شیخ محمد ناصر العجمی، شیخ محمد الجیلانی، شیخ محمد محمدی نورستانی، شیخ صلاح الدین مقبول احمد، شیخ عارف جاوید محمدی اور راقم الحروف شامل تھے۔

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۸ بروز اتوار: مہمانِ گرامی شیخ عارف جاوید محمدی کی معیت میں وزارت اوقاف والشئون الاسلامیہ تشریف لے گئے۔ جہاں مختلف شخصیات اور وزارتِ اوقاف کے ذمہ داران سے

ملاقات کی اور تبادلہ خیال کیا اور شیخ ابوالحارث فیصل العلی اور شیخ بدر البدر سے بھی ملاقات کی۔ اسی روز نماز عشاء کے بعد کویت کے معروف علاقہ ''حیطان'' کی ''مسجد نقاء العدوانی'' میں مولانا کا خطاب تھا۔ جہاں انھوں نے تقریباً ایک گھنٹہ ''فلاح کی راہیں'' کے عظیم الشان موضوع پر اظہار خیال کیا۔ سامعین نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور روح پرور اور علمی مجلس میں سامعین پر روحانیت کا واضح اثر دیکھنے میں آیا۔ کان ہمہ تن گوش اور آنکھیں پرنم تھیں۔ اور سچی بات ہے کہ مولانا کے تربیتی واصلاحی دروس کی تاثیر کا اثر تھا کہ جب مولانا کی واپسی کی اطلاع دی گئی اور لوگ چشم پرنم اور اندوہناک آواز میں پوچھتے کہ حضرت پھر کب تشریف لائیں گے؟ کہ

روئے گل سیر ندیدیم کہ بہار آخر شد

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۹ بروز سوموار کو حضرت لجنۃ القارۃ الہندیہ میں تشریف لے گئے۔ جہاں سے آپ نے رئیس لجنۃ ابو خالد فلاح المطیری سے ملاقات کے بعد حافظ محمد اسحاق زاہد کی معیت میں ''مکتبات'' کی زیارت کا پروگرام بنایا اور کویت کے معروف علاقہ ''حولی'' تشریف لے گئے۔ جہاں پر تمام مکتبات موجود ہیں۔ آپ نے وہاں سے اپنے فن اور ضرورت کی کتب خریدیں اور دوپہر کو واپس مرکز تشریف لے آئے۔ اسی رات کو عشاء کے بعد بھائی حبیب الرحمٰن (جو کہ مرکز کے ناظم مالیات اور فیصل آباد پاکستان میں نعمت کالونی کے معروف بزرگ میاں عبدالمجید مرحوم کے فرزند گرامی ہیں) ان کے گھر کھانے پر مدعو تھے۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور میزبان نے آپ کے اعزاز میں پرتکلف عشائیہ پیش کیا۔

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۱۰ بروز منگل مولانا مرکز میں ہی تشریف فرما رہے جہاں یہ پاکستان سے تشریف لائے ہوئے معروف عالم دین مولانا ثناء اللہ زاہدی ﷾، محترم ڈاکٹر محمد محمدی نورستانی جو کویت میں امام اور باحث علمی ہیں ان کی معیت میں مولانا کی ملاقات کے لیے تشریف لائے اور اس روز تمام احباب کو ظہرانہ کی دعوت محترم شیخ عارف جاوید محمدی صاحب نے دے رکھی تھی۔ چناں چہ ظہر کا کھانا ان کے ہاں تناول کیا اور اب ''عجائب گھر'' دیکھنے کا مسئلہ تھا جس کی سرسری زیارت کے بعد تفصیلی مشاہدہ کو کسی اور وقت پر مؤخر کر کے واپس مرکز میں آ گئے۔

یہ ''عجائب گھر'' کیا ہے؟ بقول مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کے جب ان کا دورۂ کویت کا پروگرام تھا تو وہ پہلے عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ میں حاضر ہوئے تو واپسی پر فضیلۃ الشیخ عزیر شمس ﷾ نے مؤرخ اہل حدیث سے کہا کہ کویت جانے کا موقعہ اللہ عطا کرے تو عارف جاوید محمدی صاحب کا ''عجائب گھر'' ضرور دیکھنا۔ دراصل یہ وہ نادر علمی معلومات اور کبار علماء کے اجازۃ الروایات، ان کی قلمی تحریریں، اور ان کے تابندہ نقوش پر مشتمل دستاویز اور معلومات ہیں جن کا کہیں بھی یکجا ملنا بہت مشکل ہے۔ محترم شیخ عارف جاوید صاحب نے بڑی محنت وکاوش سے اپنے ذوق کے مطابق ان معلومات کو جمع کیا اور فائل کی صورت میں مرتب کیا جسے دیکھ کر واقعتاً اسلاف کی ایک تاریخ اور ان کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ محترم شیخ اثری ﷾ کو جزائے خیر عطا کرے اور سلف صالحین کے ساتھ اس محبت کا بہترین صلہ اور اجر جزیل عطا کرے، آمین۔

اسی روز نماز عشاء کے بعد کویت کے معروف علاقہ ''جلیب الشیوخ'' میں واقع مسجد ''مسجد العجمی'' میں حضرت کا خطاب تھا۔ چناں چہ آپ نے ''آفات نظر اور ان کا علاج'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ بڑی تعداد میں سامعین نے شرکت کی۔ اور حسن اتفاق سے اسی روز معروف عالم دین ڈاکٹر محمد لقمان سلفی صاحب بھی ریاض سے تشریف لائے تھے۔ چناں چہ انھوں نے اس اجلاس کی صدارت کی اور انہی کے دعائے خیر سے یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام کے بعد مرکز کے ناظم محترم عبداللہ شاد صاحب نے حضرت کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا اور حضرت سے اپنے اہل خانہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔

مؤرخہ ۲۰۰۹-۳-۱۱، بروز بدھ صبح نو بجے کے قریب مہمان گرامی مرکز کے محترم رکن ملک جاوید اختر صاحب کے ہمراہ لجنۃ القارۃ الہندیۃ تشریف لے گئے۔ جہاں سے ظہرانے کے لیے محترم ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ جہاں مرکز کے احباب بھی ظہرانے پر مدعو تھے۔ چناں چہ سب نے مولانا کی معیت میں ظہرانے

میں شرکت کی اور واپس مرکز آ گئے اسی روز کویت کے معروف صوبہ (السالمیہ) کی عظیم الشان مسجد ''مسجد الوهیب'' میں نماز عشاء کے بعد حضرت کا خطاب تھا۔

چوں کہ حضرت اثری صاحب کی آمد اور ان کے یومیہ پروگراموں کی اطلاع اشتہارات اور کویت کے معروف روز نامہ ''کویت ٹائمز'' کے اردو صفحات میں لوگوں تک پہنچتی رہتی تھیں اور پھر مولانا کا تفصیلی تعارف بھی ''کویت ٹائمز'' میں شائع ہو چکا تھا اس لیے لوگ بڑی دلچسپی اور باقاعدگی سے دروس میں حاضر ہوتے رہے۔ چناں چہ یہاں بھی کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوئے اور مولانا موصوف نے ''فوائد ذکر'' سے عظیم الشان موضوع پر بڑے علمی اور اصلاحی انداز میں مفصل خطاب فرمایا۔ جسے لوگوں نے بہت سراہا اور پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی قبول فرمائے، آمین۔

مؤرخہ ۱۲-۳-۲۰۰۹، بروز جمعرات بعد از نماز عشاء کویت شہر کے وسط میں معروف مسجد ''مسجد عبداللہ بن مبارک'' میں ''خدمات محدثین کرام رحمہم اللہ'' کے جلیل القدر موضوع پر حضرت کا خطاب تھا۔ چناں چہ مختلف علاقوں سے ٹرانسپورٹ کا اہتمام کیا گیا تھا اور حاضرین نے بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کثیر تعداد میں پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ حضرت کا خاص موضوع تھا جسے انھوں نے کھل کر ایسے موثر انداز میں پیش کیا اور محدثین کرام کی خدمات کا حسین تذکرہ کیا کہ سامعین کی آنکھیں اشکبار اور ان نفوس قدسیہ کے لیے لمحہ بہ لمحہ دعا گو تھیں کہ جنھوں نے اپنی زندگیاں حدیث رسول مقبول ﷺ کے لیے وقف کر رکھی تھیں۔

مؤرخہ ۱۳-۳-۲۰۰۹، جمعۃ المبارک کا خطبہ کویت کے معروف علاقہ خیطان کی جامع مسجد ''ثنیان الغانم'' میں حضرت اثری حفظہ اللہ نے ''سیرت النبی ﷺ'' کے عظیم الشان موضوع پر عقیدت ومحبت سے ڈوبے ہوئے دلنشین اور پرتاثیر انداز میں خطاب فرمایا۔ اللہ کرے زور بیان اور زیادہ۔



افکارِ معاصرین

"اسرائیل سے اسرائیل تک" ②

ڈاکٹر ابرار محی الدین مرزا (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور)

اختصار: ملک عصمت اللہ

حالاں کہ یہ تقسیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے یہ خود ہی کر چکے تھے۔ ابتداء ہی سے اپنے قائم کردہ اس اصول کا پابند انھوں نے اللہ اور رسول وقت کو بھی کرنا چاہا۔ جب کہ طالوت بنیامین کے قبیلے سے تھے جو ایک چھوٹا قبیلہ تھا۔

اسی طرح بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبی انھوں نے شاید اس لیے تسلیم نہ کیا کہ وہ بنو یہودہ سے تھے۔ جب کہ ان کے اصول کے مطابق انھیں بنو لادی سے ہونا چاہیے تھا۔ اگر یہ مغضوب قوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بنو یہودہ میں سے ہونے کے باوجود ان کا نبی ہونا تسلیم کرنا چاہتی تو ایسا کر سکتی تھی۔ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسل سے ہی تھے۔ اگر بنو یہودہ سے داؤد اور سلیمان نبی ہو سکتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کیوں نہیں ہو سکتے۔ آج کے دور میں مذہب وسیاست کی تقسیم کا اصول اسی قوم کی شیطانی ذہنیت کا پیدا کردہ ہے جس نے انسانیت کو ایک ذہنی تناؤ میں مبتلا کر رکھا ہے جو کبھی حل نہیں ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔ اس بناء پر کہ مذہب وسیاست کی تقسیم کو تسلیم کرنے کے بعد زندگی کا کون سا پہلو مذہبی ہے اور کون سا سیاسی ہے یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اس قوم کی تاریخ کا زریں دور حضرت داؤد علیہ السلام (۱۰۰۰ء قبل مسیح) سے شروع ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کے بعد آپ کے بیٹے حضرت سلیمان علیہ السلام نبی بنے۔ آپ کے دور میں تہذیب وتمدن عروج پر تھا روپے پیسے کی فراوانی تھی۔ اس دور میں عالمی حکمرانی صرف اور صرف آپ کے حصے میں تھی۔ گویا اس وقت نیو ورلڈ آرڈر آپ کا چلتا تھا۔ آپ نے بے شمار تعمیری کام کیے ان میں ایک اہم کام ہیکل سلیمانی کی تعمیر بھی تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب اس کی تعمیر کرا رہے تھے۔ اللہ کے حضور اس میں برکت کے لیے دعا گو ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ لیکن یہ بات بھی اسی وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے بیان کر دی کہ اگر تیری قوم میرے اصولوں پر قائم نہیں رہے گی اور غیروں کی پوجا کرے گی تو اس کو میں دنیا کے لیے سامانِ عبرت بنا دوں گا۔

قوموں کا زوال معاشرے پر مذکورہ اخلاقی ضابطوں کی گرفت کمزور پڑنے سے شروع ہوتا ہے۔ جب قومیں ان اخلاقی ضابطوں کی پابندی کرنا چھوڑ دیں تو تن آسانی، عیش وآرام، شراب وشباب، طبقاتی استحصال اور عدل کی عدم فراہمی معاشرے میں گھر کر لیتی ہے۔ اس طرح قوم اپنے زوال کی طرف لڑھکنا شروع ہو جاتی ہے۔ اگر اس زوال کے آگے بند باندھ لیا جائے تو زوال رک جاتا ہے اور اگر یہ اخلاقی زوال بڑھتا چلا جائے تو اسی رفتار سے قوموں کے زوال میں بھی تیزی آ جاتی ہے۔ دونوں ریاستوں میں اخلاقی زوال شروع ہوا تو اللہ نے دونوں ریاستوں میں انبیاء بھیجے۔ اسرائیلی ریاست میں اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء مبعوث کیے جن میں حضرت عاموس علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام نمایاں ہیں۔ ان مقدس ہستیوں نے اپنی سی بھرپور کوشش کی۔

چناں چہ عاموس علیہ السلام کے بیانات سے پتا چلتا ہے، قوم روپے کی

فراوانی کی وجہ سے عیش وآرام اور موسیقی کی دلدادہ ہو چکی تھی۔آپ نے ان کو ان تن آسانیوں اور لغو سرگرمیوں سے روکتے ہوئے کہا ''تم برے دنوں کا خیال ملتوی کر کے ظلم کی کرسی نزدیک کرتے ہو ہاتھی دانت کے پلنگوں پر لیٹے ہو، گلہ سے بروں کو اور طویلہ سے بچھڑوں کو لے کر کھاتے ہو۔رباب کی آواز کے ساتھ گاتے ہو اور اپنے لیے داؤد علیہ السلام کی طرح موسیقی کے ساز ایجاد کرتے ہو۔

لیٹنے کو ہاتھی دانت کے پلنگ، کھانے کو بکری کے چھوٹے بچے اور بچھڑے اور محافل موسیقی اس سے زیادہ تن آسانی اور عیش وعشرت کیا ہو سکتا ہے۔اس طرزِ حیات نے معاشرے میں خدا شناسی، باہمی محبت واحترام ختم کر دیا تھا اور عہد شکنی قتل وخون ریزی اور بدکاری عام ہو گئی تھی'' یہ ملک راستی، شفقت اور خدا شناسی سے خالی ہے۔ بدزبانی، عہد شکنی، خون ریزی، چوری اور حرام کاری کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ ظلم کرتے ہیں اور خون پر خون ہوتا ہے۔اس لیے ملک ماتم کرے گا۔

اخلاقی زوال اپنے ساتھ طبقاتی استحصال اور حصول انصاف میں دشواری بھی ساتھ لاتا ہے۔اس بناء پر ہوس زر نے غریب طبقے پر معاش اور انصاف کے دروازے بند کر دیے تھے۔

کسی بھی معاشرے کے اخلاقی زوال کے آگے رکاوٹ جو طبقہ بنتا ہے وہ مذہبی طبقہ ہوتا ہے۔ یہ طبقہ خداداد حکمت، تفقہ، ذاتی کردار کی بلندی اور معاشرے کے لیے خیر کے جذبات کا پیکر ہوتا ہے۔ یہ طبقہ اپنے مفادات کی قربانیاں دے کر معاشرے کے مفادات کو قائم ودائم رکھتا ہے اور اس کی بقاء کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور اس فرض کی بجا آوری کی خاطر سزائیں، صعوبتیں اور تختہ دار تک کو قبول کرتا ہے۔اگر یہ طبقہ لغزشوں میں پڑ جائے تو معاشرے کبھی بھی باقی نہیں رکھے جاتے۔ قدرت کا نادیدہ ہاتھ کسی معاشرے کو ختم کرنے کا فیصلہ اس وقت کرتا ہے جب مذہبی طبقہ اپنی ان اصلاحی ذمہ داریوں کو ترک کر کے خود اس کا حصہ بن جائے۔اسی لیے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: احذروا زلة العالم

اسرائیلی معاشرے کا مذہبی طبقہ اس معاشرتی بدکرداری میں برابر کا حصہ دار بن کر انبیائے وقت کے اصلاحی کاموں میں رکاوٹ بنتا تھا۔اس لیے انبیائے کرام اس طبقے کو خاص طور پر مسلسل خبردار کرتے چلے آرہے تھے۔ یہ طبقہ احکام شرعیہ کے نفاذ میں کیسے رکاوٹ تھا اس کا اندازہ یوشع نبی کے اس جملے سے بخوبی ہوتا ہے ''اے کاہنو! بات سنو، اے بنی اسرائیل کان لگاؤ! اے بادشاہ کے گھرانے والو سنو! اس لیے کہ فتویٰ تم پر ہے کیوں کہ تم مصفاۃ میں پھندا اور تبور پر دام بنتے ہو۔

قرآن نے اسی کو ﴿ ویشترون بہ ثمنا قلیلا ﴾ کہا ہے۔ اس اخلاقی باختگی کی حد یہ ہو گئی تھی کہ کسی نبی کی طرف سے کوئی اصلاح کی بات ہوئی تو انھوں نے نفرت کا اظہار کیا اور ان کے دشمن ہوئے ''وہ ملامت کرنے والوں سے کینہ رکھتے ہیں اور راست گو سے نفرت کرتے ہیں۔''

انبیائے کرام چوں کہ ان کی اس روشن خیالی (Enlighenment) میں رکاوٹ بنتے تھے۔اس بناء پر ان کا قتل شروع ہوا اسی بنا پر بے شمار انبیاء کا قتل ہوا۔اس یہودی معاشرے میں اگرچہ مذہبی طبقہ بڑی تعداد میں تھا لیکن اپنے فرائض کی ادائیگی سے لاپرواہ تھا یا اپنے فرائض کا انھیں علم ہی نہ تھا۔شاید اسی بنا پر ایلیاہ (دانیال) نبی کو کہنا پڑا ''میں اکیلا ہی خداوند نبی بچ رہا ہوں پر بعل کے نبی چار سو پچاس ہیں۔''

اس بدکرداری کا افسوس ناک پہلو یہ بھی تھا کہ شریف اور مصلح افراد کو احمق اور بیوقوف خیال کیا جاتا تھا۔چناں چہ آخری دنوں میں اللہ نے کہا ''اسرائیل کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کی بدکرداری کی کثرت اور عداوت کی زیادتی کے باعث نبی بیوقوف ہے اور روحانی آدمی دیوانہ (تصور) ہے۔''

سیاسی بدکرداریاں بھی زوروں پر تھیں اس قوم کے سیاسی حکمرانوں میں آخری حکمران اخی اب سب سے زیادہ بدکردار تھا۔جس معاشرے کی قدریں اس حد تک زوال کا شکار ہو جائیں کہ سیاسی اور مذہبی لوگ بھی بدکردار ہو جائیں اور شریف آدمی معاشرے میں اپنے آپ کو اجنبی سمجھنے لگے تو پھر عذاب الٰہی ان معاشروں کا مقدر بن جاتا ہے۔

یہ بدکاری ان میں اس حد تک بڑھ گئی کہ محرم رشتوں کا تصور بھی ان کے ہاں ختم ہوگیا۔ آج امریکا میں اُٹھنے والی اس تحریک کا جائزہ بھی لیں جس کا بنیادی مقصد رشتوں میں محرمات کے تصور کو ختم کرنا ہے۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی میں ۷۹ ایسی فلمیں دکھائی گئیں جو محرمات سے نکاح پر مبنی تھیں۔ امریکی رسالہ ٹائم نے ان رجحانات پر پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مضمون لکھا جس کا ایک جملہ یوں تھا:

"Incest taboo si dying of its own irrelevance"

اس موضوع پر فلمیں دکھانے کا مطلب اس فعل شنیع پر شرمانے کی بجائے فخر کرنا ہے۔ یہ بات امریکی معاشرے میں نئی نہیں ہے۔

ان کی اخلاقی بدکرداریوں کا ایک جزو راتوں کو شباب و کباب کی محفلیں سجانا ہوتا تھا جس کو آج کی مغربی تہذیب کا جدید جزو لا ینفک خیال کیا جاتا ہے ''ان پر افسوس جو صبح سویرے اٹھتے ہیں تا کہ نشہ بازی کے درپے ہوں اور جو رات کو جاگتے ہیں جب تک شراب ان کو بھڑکا نہ دے ان کے جشن کی محفلوں میں بربط، ستار، دف اور شراب ہے۔ وہ خدا کے کام کا نہیں سوچتے۔ وہ ہر طرف سے اپنا نفع ہی ڈھونڈتے ہیں ہر ایک کہتا ہے تم آؤ میں شراب لاؤں گا اور ہم خوب نشہ میں چور ہوں گے۔ اور کل بھی آج ہی کی طرح ہوگا بلکہ اس سے بھی بہتر ہوگا۔'' بائبل کے ہر دو حوالہ جات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی پارٹیاں کاروباری بنیادوں پر ہوتی تھیں جیسا کہ آج کا مہذب فائیوسٹار کلچر ہے۔

ایک طرف یہ لوٹ مار کرنے، شراب اڑانے اور آوارگی کرنے والا اہل ثروت طبقہ تھا جو یہ سب کام دولت کے زور پر کرتا تھا۔ دوسری طرف اجتماعی زندگی میں لوٹ، ظلم و تعدی ان اہل ثروت کا شیوہ تھا جس کے خلاف غریب کو نہ انصاف ملتا تھا اور نہ کوئی ان کا دکھ سننے والا ہوتا تھا ''وفادار بستی کیسے بدکار ہوگئی۔ بڑے سردار گردن کش اور چوروں کے ساتھ ہیں۔ ان میں ہر ایک رشوت دوست اور انعام کا طالب ہے۔ (شاید حکومتوں سے قرض لے کر معاف کرنے کا کلچر ان کے ہاں بھی تھا) وہ یتیموں سے انصاف نہیں کرتے اور بیواؤں کی فریاد ان تک نہیں پہنچتی

تھی۔'' اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے نظام عدل پر انصاف فروشی، سفارش اور رشوت کی کس درجہ حکمرانی تھی۔

اس سوسائٹی کا ایک اور بڑا خاصہ معاشی استحصال تھا ان استحصالی رویوں کا نتیجہ یہ ہوگیا تھا کہ امیر امیر ترین ہو رہا تھا اور غریب غریب ترین تھا۔ امراء ہوس زر کی بناء پر دولت اکٹھی کرتے اور پھر اعلیٰ بالا خانے بناتے۔ ناپ تول میں کمی، جھوٹ، بیگار اور ٹیکسوں کی بھرمار نے غریبوں کو کہیں کا نہ رکھا تھا اور ان کی زندگی اجیرن ہو کر رہ گئی تھی۔

''کیا شریر کے گھر میں اب تک ناجائز نفع کے خزانے اور ناقص نفرتی پیمانے نہیں ہیں۔ وہاں کے دولت مند ظلم سے پر ہیں اس کے باشندے جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کے منہ میں دغاباز زبان ہے۔'' بائبل کا مذکورہ جملہ ناجائز نفع خوری کے رجحانات کی پوری پوری نشان دہی کرتا ہے۔ (اسلام رہائشی عمارات پر ضرورت سے زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ الشعراء: ۱۲۸، آیت کریمہ مزید تفصیل معارف القرآن مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ اور تفہیم القرآن مولانا مودودی رحمہ اللہ دیکھیے)

اس اخلاقی معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کا کام وہاں کے مذہبی طبقے کی ذمہ داری تھی لیکن اسرائیلی ریاست کی طرح یہاں بھی مذہبی طبقہ بذاتِ خود معاشرے پر ایک اخلاقی داغ تھا۔

تمدنی ترقی جس کا بھوت آج ہر فرد اور ملک پر سوار ہے ایک ایسا زہر ہلاہل ہے جو بالآخر قوموں کے نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ بھوکے افغانیوں کے ہاتھوں سوویت یونین کا خاتمہ ہمارے سامنے ہے۔ روسی معاشرہ اخلاقی طور پر ختم ہو چکا تھا۔ برطانیہ جس کی سلطنت میں سورج غروب نہ ہوتا تھا سمٹاؤ کی آخری حدوں کو پہنچا ہوا ہے۔ امریکا اپنے اخلاقی زوال کی بنا پر اختتام کی طرف تیزی سے رواں دواں ہے۔ ہماری اس بات پر یقین نہ ہو تو امریکا کے سابق صدر جمی کارٹر کی کتاب Our Endangured Values پڑھ لیجیے۔ جس میں انھوں نے خوب جی بھر کر امریکی معاشرے کے اخلاقی زوال کا رونا رویا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک Rand Corporition کے مطابق عراق و افغانستان میں تین لاکھ امریکی فوجی ذہنی امراض میں مبتلا ہیں۔ 2007ء میں 115 سپاہیوں

نے خودکشی کی ہے۔ سکون آور ادویہ Parazac اور Zolofit کا استعمال ان میں بڑھ رہا ہے۔

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ زندگی کی آسائشیں آرام پسندی اور تن آسانی پیدا کرتی ہیں اور ہمت و جفاکشی ختم کردیتی ہیں جس کی انتہاء یہ ہوتی ہے کہ متنعم طبقہ اپنی بقاء کی خاطر لڑنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھتا ہے۔ یہ معاشرتی کمزوری قریبی جفاکش اقوام کو فتوحات پر اکساتی ہے اور متمدن قوم، سادہ مزاج جفاکش قوم کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ حال یہودہ کا ہوا عیش پسندی اور آرام طلبی نے بقاء کی خاطر لڑنے کی صلاحیت ختم کردی۔ بابلی حکمران بخت نصر کلدانی کو اس سے حوصلہ ملا اور ۵۸۶ قبل مسیح اس نے حملہ کیا۔ اٹھارہ ماہ تک یروشلم محاصرے میں رہا۔ اس محاصرے میں یہودیوں پر ایسی بھوک ٹوٹی کہ یہ لوگ اپنے ہی بچوں کو بھون بھون کر کھانے پر مجبور ہوگئے۔ شہر کو فتح کرکے تمام آبادی کو تہہ تیغ کیا جو بچے ان کو بابل غلام بنا کر لے گیا اور پورے شہر یروشلم کو بمعہ ہیکل سلیمانی بنیادوں سے ختم کردیا۔

عراق و شام کا یہ علاقہ شروع سے عالمی تہذیبوں کا مرکز بھی رہا ہے اور تہذیبوں کی آماجگاہ بھی۔ بابلی/یونانی/رومی اور ایرانی فوجیں اس علاقے کو تاراج کرتی رہی ہیں۔ اس علاقے کے یہودی چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے رہتے تھے۔ نسلی تعلّی ان بیرونی خطرات کا احساس نہ ہونے دیتی تھی۔ انھیں کبھی اہل عراق آڑے ہاتھوں لیتے کبھی اشوری (شام) کے حکمران کے لیے عذاب بنتے، کبھی ایرانی ان کو زیر کرتے اور کبھی رومی ان پر حکمرانی کے خواب دیکھتے۔ یروشلم کی یہ تباہی جو بخت نصر کے ہاتھوں ہوئی جو عراق سے حملہ آور ہوا تھا۔ اس حملے کے بعد فاتحین نے ان کو بابل سے جاکر تہذیبی لحاظ سے مکمل طور پر ختم کرنے کی کوشش کی۔ بابل کی غلامی میں ان کی زرتشتی تہذیب نے ان میں کئی مذہبی کلامی مسائل پیدا کیے۔ تاہم اس شکست کا ان کو ایک فائدہ ہوا کہ ان میں عقیدہ توحید خوب مضبوط ہوگیا۔

۳۳۴ قبل مسیح میں سکندر اعظم نے اس علاقے کو فتح کرکے ان کو نکال باہر کیا اور یہاں یونانیوں کو لابسایا۔ اس سیاسی فتح نے اسرائیلیوں پر یونانیوں کی علمی برتری کا رعب مکمل کردیا اور یوں یہ لوگ یونانیت (Hellenisation) میں رنگے گئے۔ اس دور میں انھوں نے بائبل کو دوبارہ مدون کیا۔ اس تدوین بائبل کا حیران کن پہلو یہ ہے کہ نسلی برتری کی حامل اس قوم نے بائبل کو اپنی زبان عبرانی میں نہیں بلکہ یونانی زبان میں مدوّن کیا۔ یہ ایک تعجب انگیز بات ہے۔ اس یونانیت نے ان کے تمدن کو بری طرح متاثر کیا حتی کہ ان میں یونانی بت پرستی گھر کرگئی۔

رومی مصر پر قابض ہوئے تو شام کے یونانی حکمران انطیوقس نے یہاں کے یہودیوں کے خلاف کارروائی کی ہزاروں کی تعداد میں ان کو قتل کیا اور حکم نافذ کردیا کہ اس پورے علاقے میں صرف ایک مذہب یونانی مذہب ہوگا اور صرف یونانی دیوی دیوتاؤں Zeus جسے دیوتاؤں کا بادشاہ کہا جاتا تھا۔ Apollo یہ روشنی اور موسیقی کا خدا تھا، عقل اور جنگ کا خدا Athene تھا اور دولت کا خدا Pluto کی پوجا کا حکم دیا گیا۔ یہ لوگ اس یونانیت سے اس حد تک مرعوب ہوئے کہ ہیکل میں Zeus دیوتا کی تصویر رکھ دی گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ انطیوقس (Antiochus) یہودیوں کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا جس کے خلاف یہودیوں میں مکابی تحریک اٹھی۔ یہودیوں نے انطیوقس کے خلاف جنگ اسی جذبے سے لڑی جس جذبے سے عیسائی یورپ نے بعد ازاں مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگیں لڑیں اس جنگ کو یہودیوں نے مذہبی جنگ قرار دیا تھا لیکن شام کی یونانی افواج نے بڑی بے رحمی سے اس تحریک کو کچل دیا یہودیوں کے لیے یہ المناک دور 143 قم میں ختم ہوا۔

یونانیوں کی اس ظالمانہ کارروائیوں کے خلاف یہودیوں میں ایک مذہبی تحریک اٹھی جس کا مقصد یہودی تہذیب کا تحفظ تھا۔ اس تحریک کے لوگ ابتداء میں Hasdaean کہلائے اور بعد ازاں یہی لوگ فریسی کہلائے جانے لگے۔ یہ لوگ توحید عبادات واخلاق اور آخرت پر پورا یقین رکھتے تھے۔ اس کے برعکس ایک اور طبقہ ان میں پیدا ہوا جو ایسینی (Essenes) کہلاتا تھا۔ یہ حصولِ لذت کو گناہ سمجھتے تھے اور اشتراکی نقطہ نظر کے لوگ تھے۔ اس پورے دور میں پرانی دو سلطنتوں والی تقسیم

یہودیوں میں باقی رہی۔ سماریہ کے یہودی اور جوڈیا کے یہودی ایک دوسرے کے مقابلے میں اپنی پہچان کی خاطر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے رہتے۔

شام کی یونانی حکومت کے اثرات کم ہوتے ہی یہود کا ایک طبقہ رومی اقتدار کا حامی ہوگیا رومیوں کی حمایت حاصل کر کے مکابی کے بھائی جوناتھان (Jonathan) جوڈیا کی سلطنت قائم کر کے حکمران بن گیا۔ ان لوگوں نے سماریہ کے علاقے کو بھی فتح کر کے ایک یہودی سلطنت قائم کی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد متحدہ یہودی سلطنت پہلی مرتبہ قائم ہوئی۔ سماریہ کا شہر ان کے ہاتھوں تاراج ہوا۔ اس ظاہری اتحاد نے حقیقی اتحاد پیدا نہ کیا اس ظاہری اتحاد کے باوجود اندرونی خلفشار رومی حکومت کے لیے آئے دن مسائل پیدا کرتا تھا۔ اس بناء پر رومی جنرل (Pompy) نے اس کو تاراج کیا۔ بعد ازاں اس یہودی ریاست جوڈیا پر ہیرودیس (Herod) نے حکومت قائم کی اس وقت روم کے تخت پر اغسطس (Augustus) قیصر روم (44 تا 641 قبل مسیح) حکمران تھا۔ اس وقت بھی اس یہودی ریاست کی معاشرتی مذہبی بدکرداریاں زوروں پر تھیں۔ بیرونی حملہ آوروں کے بار بار حملے ان کے لیے عذاب بنے ہوئے تھے۔ اس صورتِ حال میں ان میں ایک نجات دہندہ کی آمد کا تصور پایا جاتا تھا۔ اس ہیرودیس کے آخری دور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

اس دور میں ان کی مذہبی صورتِ حال معاشرتی تمدن اور سیاسی کلچر ان کی روایات کے مطابق ہی رہا۔ اللہ کے احکام کی صریح خلاف ورزی فتنہ وفساد، ہوس زر، تعصب وتعلّی اور قتل اس حد تک بڑھے کہ انبیائے کرام تک قتل کیے گئے۔ جن میں یسعیاہ نبی، یرمیاہ نبی زکریا نبی اور یحییٰ نبی جیسے اولوا العزم نبی شامل ہیں۔ اور جو خود ان میں سے (بنی اسرائیل) تھے تک کا قتل سے بڑھ کر کوئی جرم کیا ہوسکتا تھا۔ یہ بھی انھوں نے کیا ''تیرے نبیوں کو جو نصیحت دیتے تھے قتل کیا اور انھوں نے کاموں سے مجھے غصہ دلایا۔''

پھر اس قوم کی بدبختی کہ ان کے ہر نبی نے ان کے حق میں اللہ کے حضور بددعا کی۔ یہ بددعائیں بائبل میں موجود ہیں۔ چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بددعا اور سزا۔ حضرت یوشع علیہ السلام کی بددعا اور خدا کا عذاب۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا اللہ کے حضور شکوہ اور ان کو سزا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بدکرداریوں پر عذاب۔ اور دیگر انبیاء کی بددعائیں بائبل میں آج بھی موجود ہیں۔

اس قوم نے انبیاء سے محاذ آرائی کا سلسلہ رومیوں کے دور میں بھی جاری رکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس قوم میں مبعوث ہوئے تو اپنی سابقہ ''قابل فخر'' روایات قائم رکھتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی انھوں نے محاذ آرائی جاری رکھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے عقیدے کے مطابق مصلوب کیے گئے، ان کو مصلوب کیوں کیا گیا۔ اس کی وجوہات یہودی وعیسائی لٹریچر میں بالتفصیل موجود ہیں، جس کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارہ قبائل میں سے یہودہ کے قبیلے سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے دو پہلوان کے لیے قطعی طور پر ناقابل قبول تھے۔ سب سے پہلا منفی پہلو یہی تھا کہ وہ یہودیوں کی مذہب وسیاست کی تقسیم کے مطابق سیاسی خاندان (یہودہ) میں پیدا ہو کر مذہبی تعلیم دینے لگے ان کے قائم کردہ اصول کے مطابق مذہبی تعلیم صرف بنولادی کا حق تھا۔

دوسرا یہود کے لیے ناقابل قبول پہلو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وہ تعلیمات تھیں جو ان کے معاشی مفادات اور ان کی روشن خیالی کی مذمت کرتی تھیں۔ آپ نے فرمایا ''اپنے واسطے زمین پر مال جمع نہ کرو۔'' خون نہ کرنا، زنا نہ کرنا، جھوٹی قسمیں نہ کھانا، انتقام کی بجائے عفو ودرگزر سے کام لینا۔ نذر نیازوں میں پیسہ ضائع کرنے کی بجائے اپنے بھائی کی شکایت دور کرنا، صدقہ خیرات چھپ کر کرنا، جھوٹے نبیوں سے خبردار رہنا جو تمہارے پاس بھیڑوں کی شکل میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے۔''

بائبل ہی بتاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تعلیمات ان کے لیے حیران کن تھیں: ''جب یسوع نے بات ختم کی تو ایسا ہوا کہ بھیڑ اس کی

تعلیم سے حیران ہوئی کیوں کہ وہ ان کے فقیہوں کی طرح نہیں بلکہ صاحب اختیار کی طرح ان کو تعلیم دیتا تھا۔‘‘

اس سے واضح ہے کہ زمانے کے مروّجہ مذہبی طبقے کی تعلیمات کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات منفرد قسم کی (الہامی) تھیں۔

ان تعلیمات کو ہوس زر کے مارے دولت مند مذہبی ٹھیکیدار کیوں کر قبول کرتے، ان کی ہوس زر کا عالم یہ تھا کہ مذہبی اجارہ داروں سے ملی بھگت کر کے یہ لوگ خود ہیکل سلیمانی میں خرید وفروخت کے بازار لگاتے تھے۔ چناں چہ ایک موقعہ پر ’’یسوع نے خدا کے ہیکل میں داخل ہو کر ان سب کو نکال دیا جو ہیکل میں خرید وفروخت کر رہے تھے اور صرافوں کے تختے اور کبوتر فروشوں کی چوکیاں الٹ دیں اور ان سے کہا کہ میرا گھر دعا کا گھر کہلائے گا تم اسے ڈاکوؤں کی کھوہ بناتے ہو۔

ہوس زر کی یہ انتہا تھی اور مذہبی طبقے کی بدکرداری کے عروج کا یہ عالم تھا کہ بداخلاقی اور بدکرداری کی تعلیم دینا دولت کمانے کا بڑا ذریعہ بن چکا تھا۔

پال کا خط ٹائٹس کے نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی اخلاقی بدحالی کی تصویر پیش کرتا ہے۔

بدکرداری و بداخلاقی کو ذریعہ آمدنی بنانے والی قوم آج اگر فلم انڈسٹری (خاص طور پر امریکا کی ہالی وڈ) اور الیکٹرانک میڈیا پر قابض ہو کر Fox life نام سے چینل چلا کر وہ سب دکھائے جو نہیں دکھایا جانا چاہیے انٹرنیٹ پر فحش فلمیں دکھا کر رہا سہا اخلاقیات کا جنازہ نکالا جائے تو یہ ان کے ماضی کا تسلسل ہے۔ ان کے ہاں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

[جاری ہے]



شیخ الحدیث مفتی عبیداللہ عفیف کے لیے دعا صحت

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ مدیر دارالافتاء محمدیہ، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد (امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان) ان دنوں بعض عوارض کے باعث علیل ہیں۔

حضرت مولانا عفیف حفظہ اللہ نے احباب جماعت سے اپنے لیے خصوصی دعائے صحت کی درخواست کی ہے۔

اللھم اشفہ شفاءً کاملاً عاجلاً .

[محمد سلیم چنیوٹی]

ضرورت رشتہ

خود مختار، بیوی بچوں والا، تعلیم ایم ایس سی، عمر ۳۳ سال، گورنمنٹ ملازم کو عقد ثانی کے لیے کم از کم گریجوایٹ (ان سروس ترجیحا) رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0302-7889872

اگر کہیں ضرورت ہو!

بندہ حافظ، قاری، فاضل درس نظامی، بی اے (فرسٹ ڈویژن) ہے۔ اگر کہیں (مدرسہ، ادارہ یا اکیڈمی) میں ضرورت ہو تو رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

[(قاری) محمد یوسف: 0300-4905395]

سالانہ الیکشن رپورٹ ۱۰، ۲۰۰۹ء

اہل حدیث سٹوڈنٹس فیڈریشن تنظیم باقاعدہ ایک نظام کے تحت چل رہی ہے۔ جس میں مختلف عہدیداران وذمہ داران اپنے اپنے مناصب اور ذمہ داریوں کو احسن انداز سے پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اسی ضمن میں ۲۰۰۹۔۰۴۔۰۲ کو نئی کابینہ ۱۰۔۲۰۰۹ء کے لیے الیکشن منعقد ہوا۔ جس میں طلبا کی کثیر تعداد نے شرکت کی جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

نئے منتخب عہدیداران:

صدر: حافظ سیف اللہ طیب

جنرل سیکرٹری: حافظ محمد عاصم

ناظم مالیات: سعید الرحمٰن

ناظم نشر واشاعت: تحسین سرور بٹ

[حافظ محمد عاصم، جنرل سیکرٹری ASF (IIUI)]

تعارف کتب

''صحن حرم''

مصنفہ: جناب یونس بصیر، واپڈا ٹاؤن لاہور
محترمہ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز غفور ☆

''صحن حرم'' جس کو انتہائی درد، اشتیاق اور سوز وساز کے ساتھ جناب یونس بصیر صاحب نے صفحہ قرطاس پر اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ سفر حج پر لکھی گئی ایک انمول کتاب ہے۔

حسن مطلق کی لا متناہی تجلی، اللہ نور السموات والارض اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی رحمتیں برساتی زندگی کی کرنیں اگر نظارہ کرنی ہوں تو یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب انسان اپنے دل کے سومنات کو اتباع رسول ﷺ میں نہ بدل لے۔

کتاب ''صحن حرم''، علم ومعرفت کا خزانہ اور اک جہان بیکراں اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس میں مصنف نے اخلاص کی چاشنی میں اپنے سفر کو بیان کیا ہے۔ بیت اللہ شریف میں آمد، طواف کعبہ، صفا ومروہ کی سعی، مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے مرقد پر دعا، منیٰ وعرفات ومزدلفہ کی روداد اور میدان عرفات کی دعاؤں کا تذکرہ انتہائی جامع انداز میں بیان کیا ہے۔

مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو روانگی، روضہ رسول ﷺ اور حضرات شیخین جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبور پر دعائیں اور جنت البقیع کی تصویر کشی پر سوز انداز میں کی گئی ہے کہ انسان اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

یوں تو لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانے والا شخص حرم کا تصور کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پانچ بار کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نمازی کس طرح صحن حرم سے نا آشنا ہو سکتا ہے۔ ۱۹۹۰ء میں راقمہ کو صحن حرم یعنی بیت اللہ شریف میں قدم رکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ لیکن جو لذت، جو قربت اور جو مشاہدہ حق کی گفتگو اس کتاب ''صحن حرم'' میں پڑھی۔ اس کو بادہ وساغر کہے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس میں ایک ایک قدم پر خود شناسی اور خدا شناسی کے وہ رموز بیان ہوئے ہیں کہ انسان اس کو سفر نامہ سمجھنے کی بجائے ایک ''کتاب مرشد'' تسلیم کرتا ہے جو اس کا ہاتھ تھامے اس کے نفس کو گناہ کی آلائشوں سے پاک کرتے ہوئے اللہ اور اس کے حبیب پاک ﷺ کے گھر کا نظارہ کرواتا ہوا منزل کی طرف کشاں کشاں لیے جاتا ہے۔

تا خویشتن ای مرد خود آرانہ شناسی
ہر چند بکوشی تو خدا را نہ شناسی

''اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے رستے ضرور دکھا دیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔'' [العنکبوت: ۱۲۹]

اس میں ثابت ہے کہ اگر خلوص نیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشقت برداشت کی جائے تو راہ ہدایت کے مشاہدے کی توفیق عطا ہونا یقینی امر ہے۔

اللہ ورسول کی اطاعت کے انوار سے گناہوں کی ظلمت دور ہو جاتی ہے۔ اطاعت کا جذبہ جس قدر بڑھے گا، گناہ گاری کا رجحان اس قدر ہی کمزور ہوگا۔ جناب یونس بصیر نے اپنی روحانی قوت سے اپنے قاری کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بتائے گئے ہدایت کے مشاہدے کی طرف رہنمائی کر دی ہے۔

انھوں نے ''صحن حرم'' میں توبہ، توکل، تقویٰ، استغنا کو اپنے ذوق وفہم سلیم، وسعت نظر اور نور فہم سے جگہ جگہ اجاگر کیا ہے۔ اور جا بجا استدلال میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استنباط کیا ہے۔

یونس بصیر صاحب نے جہاں اپنے قاری کو خطہ مبارک کی سیر کرائی وہیں مختلف مقامات مقدسہ کے جلوؤں میں خشوع وخضوع، ذکر وفکر، توبہ، توکل کی عظمت سے روشناس کرایا ہے اور انسانی نفس امارہ کو نفس لوامہ میں تبدیل کرتے ہوئے نفس مطمئنہ سے ہمکنار کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ اور یہی رضائے الٰہی کا درجہ حاصل ہونے کا مقام ہے۔

جناب مصنف نوجوان نسل کو اسلاف کی عظمت اور شاندار روایات، فراموش نہ کرنے کا درس دیتے ہیں۔ نوجوان نسل جتنی جفاکش اور سخت جان ہوگی وطن کی عزت وناموس اور وقار بھی اسی قدر بڑھے گا، ان شاء اللہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یونس بصیر صاحب کو صحت اور درازی عمر عطا کرے اور اللہ کریم ایسے مرشد کی راہنمائی کا فیض جاری وساری رکھے۔

آمین یارب العالمین

☆...... ریٹائرڈ پروفیسر کوئین میری کالج لاہور، سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین (ملتان)

علماء کرام وخطباء حضرات سے اپیل

ہر ماہ کا ایک جمعہ ختم نبوت کیلئے وقف کریں

۞...... عقیدہ ختم نبوت دین کی اساس ہے۔ چنانچہ امام زین نجیمؒ نے الاشباہ والنظائر ص۱۰۲ پر لکھا ہے کہ: ''اذا لم یعرف ان محمد ﷺ آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات'' جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

۞...... آئین پاکستان کی رو سے قادیانی کافر ہیں۔ جبکہ وہ خود کو مسلمان اور امت محمدیہ کو کافر کہہ کر آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔

۞...... تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد تحریک نظام مصطفی ﷺ، تحریک ایم، آر، ڈی، شیعہ سنی تنازعہ، لسانی قضیہ، عراق، ایران۔ کویت، عراق جنگیں، افغانستان میں روسی پھر امریکی یلغار، سقوط عراق سے سانحہ لال مسجد تک ہوشربا اور سنگین مسائل اور مجبوریوں کی وجہ سے ختم نبوت کے تحفظ کا کام اور قادیانیت کے احتساب کے عمل کی خطابت میں ثانوی حیثیت ہوگئی۔ حالانکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضور ﷺ کے اعمال سے ہے اور ختم نبوت کا تعلق حضور ﷺ کی ذات مبارک سے ہے۔

۞...... ختم نبوت کی پاسبانی براہ راست ذات اقدس کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔

۞...... لہٰذا: تمام خطیب حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر ماہ کا ایک جمعہ مسئلہ ختم نبوت کے بیان کے لئے وقف کر کے شفاعت نبویؐ کے مستحق بنیں۔ قادیانیت سے خود بچنا اور امت کو بچانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

والسلام!

فقیر خواجہ خان محمد عفی اللہ عنہ

(مولانا خواجہ خواجگان) خواجہ خان محمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان، فون: 061-4514122

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

حقانیت مسلک اہل حدیث

مرتب: مولانا ابو معاویہ عبدالرحمٰن منیر راجووالوی حفظہ اللہ

ضخامت: ۴۱۴ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: ملک سنز پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

تحقیق کی ضد تقلید ہے۔ اہل حدیث کا مسلک الحمد للہ تحقیق کا مسلک ہے۔ اہل حدیث اتباع توحید وسنت کرنے والے ہیں۔ بدعت سے نفور ہیں۔ تقلید کو رائج نہیں کرتے بلکہ حدیث وسنت سے اخذ واستنباط کرتے ہیں۔ اہل حدیث ایک تحریک ہے اور اس تحریک کا غلغلہ پوری دنیا میں ہے۔

اہل حدیث کی تحریک سے ہی علم حدیث کا پھریرا پورے عالم میں لہرا رہا ہے۔ بڑے بڑے واعظ، خطیب، مبلغ اور تبلیغی جماعتیں ایسی دیکھنے کو ملتی ہیں جو اپنے وعظوں، خطبوں اور تبلیغی سفر کے دوران موضوع، من گھڑت اور ضعیف قسم کے قصے، کہانیاں اور روایات بیان کرتے ہیں۔ لوگ تجسس کرتے ہیں۔ حق کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ عوام پوچھنا چاہتے ہیں کہ حق کیا ہے؟ مگر ہمارا واعظ، مولوی اور مقلد عالم اصل بات بتاتا نہیں ہے کہ حق کیا ہے اور کہاں ہے۔ وہ محض یہ کہتا نظر آتا ہے کہ میرے بھائی، بزرگوں نے یوں کہا، بزرگوں نے یوں فرمایا......اور بس!

ہمارے عوام کو چاہیے کہ وہ اپنے مولوی صاحب، حضرت صاحب سے پوچھیں کہ حضرت صاحب یہ مسئلہ قرآن میں کہاں آیا ہے؟ حدیث شریف ہماری رہنمائی کے لیے کیا فرماتی ہے؟ یہ عوام کے ذمہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کا حوالہ مانگیں اور علما وبزرگوں کا فرض تو یہی ہے کہ وہ بزرگوں اور ائمہ کے اقوال پر اکتفا نہ کریں بلکہ سچی بات (قرآن وحدیث) کی تعلیمات بیان کریں۔ کیوں کہ اسلام کے ماخذ تو یہی دو سرچشمے ''القرآن'' اور ''الحدیث'' ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مسلک اہل حدیث کی حقانیت پر مرتب کی گئی ہے۔ جو مضامین یا مقالے جہاں جہاں سے دستیاب ہو سکے، مؤلف نے انھیں یکجا کر کے شائع کر دیا ہے۔ کتاب میں بعض جگہ مقالات کا فوٹو صاف نہیں چھپا ہے، مگر پڑھا جا رہا ہے۔ مسلک اہل حدیث ایک صاف ستھرا اور نکھرا ہوا مسلک ہے۔ اس پر کاربند ہر شخص یقیناً راہِ مستقیم پر ہے۔

غلطی ہر کوئی کرتا ہے۔ انفرادی کمی وکوتاہی سب کر جاتے ہیں مگر مسلک اہل حدیث کی بنیاد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور نبی آخر الزمان ﷺ کی فراہم کردہ ہی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

یہی وجہ ہے کہ جن حضرات نے بھی تحقیق کی ہے اور تقلید وضد اور تعصب کی عینک اتار کر دیکھا ہے تو انھیں مسلک اہل حدیث ایک شفاف مسلک نظر آیا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بڑے بڑے بعض علما وخطیب حضرات پہلے مقلد تھے اور تقلید کی راہوں پر پڑے ہوئے تھے۔ جب تحقیق کے میدان میں آئے تو انھوں نے مسلک اہل حدیث کو قبول فرمایا۔

زیر تبصرہ کتاب مسلک اہل حدیث کو سمجھنے، پرکھنے اور حاصل کرنے کے لیے بڑی مفید ہو سکتی ہے۔

اس کتاب میں بڑے کار آمد اور زور دار مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ ان کے مصنفین حضرات میں سے چند ایک کے نام درج کیے جا رہے ہیں:

علامہ سید نواب صدیق حسن خان، مولانا ابوالقاسم بنارسی، سید محمد داؤد صاحب غزنوی، مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی، مولانا محمد داؤد صاحب راز، مولانا عبدالجبار محدث کھنڈیلوی وغیرہم۔ (علیہم الرحمہ اجمعین)

قرآن مقدس اور حدیث مقدس

تالیف: جناب محمد حسین میمن

ضخامت: ۱۱۵ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن کراچی فون: ۴۲۴۲۱۴۰

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ سچی کتاب ''قرآنِ مجید'' ہے۔ سب مسلمان تو کیا اغیار بھی اس کی حقانیت کو تسلیم کر گئے ہیں۔ قرآنِ مجید کے بتائے گئے اصول وقوانین ساری دنیا میں روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکے ہیں۔

کتاب اللہ ''قرآنِ مجید'' کے بعد مسلمانوں کے نزدیک سب سے بہترین اور صحیح ترین کتاب حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کی ''الجامع الصحیح البخاری'' ہے۔ جسے تمام ائمہ حدیث، علمائے حدیث رحمہم اللہ اور مسلمانانِ عالم تسلیم کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ علمائے حدیث کے مطابق ''الجامع الصحیح البخاری'' میں درج تمام احادیث کی سند جناب شارع علیہ السلام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ یوں امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ کتاب قرآنِ کریم کے بعد صحیح ترین قرار پا گئی ہے۔

تعصب، ضد، انتشار کے ذریعے اور مسلمانانِ عالم کی یکجہتی کے خلاف اغیار کے آلہ کار ہمیشہ ہمارے اپنے یعنی مسلمان کہلانے والے ہی قرار پائے ہیں۔

سیاست کا میدان ہو، محاذِ جنگ ہو، دین اسلام کی آبیاری کرنے والوں کو ناکام کرنے والے ہوں۔ اس ساری مساعی کے آگے بند باندھنے والے ہمیشہ غدار اور متعصب افراد ہی ہمیں نظر آئیں گے۔

گزشتہ دنوں ایک متعصب وتقلیدی مولوی احمد سعید خان ملتانی جو بزعم خود امام انقلاب، علامہ اور مقرر بے بدل کے القابات سے متصف رہنا پسند کرتا ہے اور اس کی حیثیت کے خلاف خود اس کے ہم جماعتوں نے بھی خوب لکھا اور اسے فاتر العقل تک قرار دیا ہے۔ اس بزعم خود علامہ نے ایک بدنامِ زمانہ کتاب ''قرآن مقدس اور بخاری محدث'' تالیف کی تھی۔

اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد گوجرانوالہ کے اہل حدیث احباب نے مقدمہ کرایا تھا اور اس کتاب کے لکھنے کی پاداش میں ''علامہ ملتانی'' جیل کی ہوا خوری کر کے اور ایک کثیر رقم کی ادائیگی کے بعد ''رہا'' ہو گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے علمی اختلاف تو ائمہ کرام نے بھی کیا ہوگا۔ علم دین بڑھتا ہی تب ہے جب اہل علم اس میں تجسس وکوشش، اشکالات پر بحث ومذاکرہ ومناظرہ کرتے ہیں۔ مگر تعصب وتنگ نظری یہ ہوتی ہے کہ ننگی تنقید کی جائے اور حق کو ناحق، انصاف کو ناانصافی میں بدلنے کی مذموم کوشش کی جائے۔ ''علامہ ملتانی'' نے یہی طریقہ واردات اپنی تالیف میں ''فرمایا'' ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''قرآن مقدس اور حدیث مقدس'' کے مصنف جناب محمد حسین میمن نے علامہ ملتانی کی تالیف کا بھرپور جواب تحریر فرمایا ہے۔ یوں تو علامہ ملتانی کی تالیف کے جوابات ہمارے دیگر مؤلفین مثلاً حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ اور مولانا حافظ نصر اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانیہ عام خاص باغ ملتان نے بھی اپنی تالیف کردہ کتب میں دیے ہیں۔ مگر یہ کتاب جناب میمن نے مرتب کی ہے۔ علامہ ملتانی کے نمبر وار

اعتراضات کا ردّ اور قرآن وحدیث کا پورا پورا دفاع کیا گیا ہے۔ اس کتاب سے تقلیدی ذہن اور اہل حدیث ذہن کی پرکھ بھی بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔

کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، کاغذ وطباعت اچھے ہیں۔ کارڈ کور ہے۔ کتاب کے ٹائٹل کی سیٹنگ کرتے وقت ''مہر نبوت'' کا عکس غلط جگہ پر سیٹ ہوگیا ہے۔ اسے کتاب کی مناسب جگہ اوپر کی طرف سیٹ کرنا چاہیے تھا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ کریم ہمیں اسلام کا سچا خادم بنائے، آمین یارب العالمین



نئے مضمون نگار حضرات متوجہ ہوں

ہفت روزہ الاعتصام میں اشاعت کے لیے مضامین ارسال کرنے والے مضامین نگار حضرات درج ذیل باتوں کا ضروری خیال کیا کریں:

⊙ ...... مضمون خوش خط، صاف ستھرا اور کاغذ کی ایک طرف لکھیں۔

⊙ ...... مدلل، حوالہ جات مکمل یعنی قرآن، حدیث، تفسیر اور تاریخ سے حوالہ جات دیتے وقت سورۃ، آیت نمبر، حدیث نمبر اور طبع وغیرہ کا ضرور ذکر کریں۔

⊙ ...... بامقصد اور مثبت اندازِ فکر پہ مبنی مضامین ارسال کریں۔

⊙ ...... اعلانات اور اشتہارات بھیجنے والے احباب بذریعہ خط اپنے لیٹر پیڈ پر لکھ کر بھیجا کریں۔

⊙ ...... تقریبات اور جلسوں وغیرہ کی رپورٹیں شائع نہیں کی جائیں گی۔

امید ہے احباب الاعتصام کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

ارمغان

سوچنا کیا اس زمانے نے ہمیں کیا کیا دِیا
صاف ظاہر ہے کہ ہر عنوان سے دھوکا دیا

آئے دن حالات کی ناگفتہ بہ چوٹیں سہیں
گردِ دوراں نے ہر ساعت نیا چرکا دیا

مجلس احباب سے اُٹھے تو دل پر زخم تھا
اقربا نے نفرتوں سے اور بھی چمکا دیا

بارہا چاہا کہ ساحل پر اُتر کر سانس لیں
نا خداؤں نے مگر منجدھار میں دھکّا دیا

مہر و مہ کی رفعتوں نے روکنا چاہا اگر
پائے استحقار سے ہم نے انھیں ٹھکرا دیا

کچھ حریفانِ سبک رفتار ایسے بھی تو تھے
ہر کڑی منزل پہ جن کی چال نے دھوکا دیا

دشمنوں کے وار سہہ لینا تو کچھ مشکل نہ تھا
دوستوں نے دوستوں کو دار پر لٹکا دیا

حادثوں نے چارہ سازی کی تو اس انداز سے
چند امیدوں کی کلیاں تھیں جنھیں مرجھا دیا

ہم غریب الحال لوگوں کا یہی سرمایہ ہے
جو لیا حالات سے اشعار میں لوٹا دیا

[شورش کاشمیری]